ماہنامہ
مُسلمان بچے ®
بچوں کے اسلامی و اخلاقی ادب کا ترجمان
لاہور
218
ربیع الثانی ۱۴۴۷ / اکتوبر 2025
قافلہ چل پڑا
ایمان کی حفاظت
رازِ سربستہ کی حیرت انگیزیاں
بوجھ بجھکڑ کی شوخیاں
اور ڈھیروں دلچسپ کہانیاں
فلسطین کہانی
زیتون کا درخت

سب سے منفرد اور کثیر الاشاعت

ماہنامہ

مُسلمان بچے

لاہور
پاکستان

بچوں کے
اسلامی، اخلاقی، تعلیمی اور تربیتی ادب کا ترجمان

بچے تو سبھی ہیں بہت اچھے
مگر سب سے اچھے مسلمان بچے

ربیع الثانی ۱۴۴۷ھ بمطابق اکتوبر 2025ء

شمارہ: 4
جلد: 19

قیمت فی شمارہ: 70 روپے
سالانہ زرتعاون =/840 روپے

اپنی کہانیاں اور مضامین صرف اس پتے پر ارسال فرمائیں

پوسٹ بکس نمبر: 15 جی پی او، بہاولپور

ترسیلِ رقم اور حصولِ رسالہ کیلئے:

مکتبہ ابنِ مبارک
37۔ حق سٹریٹ
اردو بازار۔ لاہور
موبائل: 0322-5140485

پبلشر محمد زاہد نے علی پریس لاہور سے چھپوا کر تقسیم کیا

اس شمارے میں

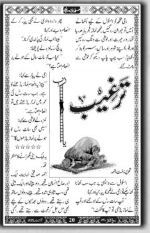

عنوان	مصنف	صفحہ
ایمان کی حفاظت	بیگم سیدہ ناجیہ شعیب	10
خوش نصیب چرواہا	محمد عبداللہ	17
زیتون کا درخت	بنت حاجی اللہ نواز	22
آخری خط	زہرہ عبدالقیوم	25
آج کی تیاری	میمونہ بی بی	33
حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ	انیسہ عائش	42
مچھلیاں	حافظہ صدیقہ	44
وقت کی قیمت	حافظ محمد دانیال	47
سلطان سلیمان اعظمؒ	ہمشیرہ محمد رفیق	50
پل کیسے بنے؟	حافظ محمد احسان	54
اس درد کی دوا؟	حسیب الرحمٰن	57
عجیب قصہ	روحان رشید	61
المناک	عائشہ محمد اسلم	63
سبزیوں کے فوائد	عبیداللہ آبی	66

اس کے علاوہ مستقل سلسلوں کے ساتھ ساتھ اور بہت کچھ۔۔۔۔

فرمان باری تعالیٰ

سب چیزیں اللہ ہی کی پاکی بیان کرتی ہیں جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ ہی زبردست حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو اللہ کے نزدیک یہ بہت ناراضگی کی چیز ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کے راستے میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ (الصف)

حمد باری تعالیٰ

انتخاب: محمد ابوبکر حارث۔ کراچی

ردائے ظلمتِ شب پل میں پھاڑ کر تو نے
نکالی گردشِ ایام کی سحر تو نے
میرا عقیدہ ہے، ایسا ہے قادرِ مطلق
جو سنگ ریز تھے ان کو کیا گہر تو نے
جو مضطرب رکھے اس کو جگر کے ٹکڑے پر
دیا ہے ماں کو وہی عشقِ معتبر تو نے
رسولِ صادق و مصدوق و امی کے ذریعے
بدل دی خیر مکمل سے فکرِ شر تو نے
اٹھائی جس پہ، اسے معرفت ملی تیری
عطا کی بندۂ مومن کو وہ نظر تو نے
مرے کریم! ترا شکر اس عنایت پر
دیا ہے مجھ کو ضرورت کا مال و زر تو نے
ہے اعتراف کہ ساحل ہے مطمئن اس میں
دیا ہے اس کو وراثت میں ایسا گھر تو نے

فرمان رسول اکرم ﷺ

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں یہودیت اور نصرانیت دے کر نہیں بھیجا گیا بلکہ میں سچا دین حنفی دے کر بھیجا گیا ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے کہ ایک صبح یا ایک شام جہاد میں لگا دینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور تم میں سے کسی کا جہاد کی صف میں ایک گھڑی کھڑا ہونا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (مسند احمد)

نعت رسول مقبول ﷺ

انتخاب: بنت ظفر اللہ، رحیم یار خان

یہ کہتا ہے دل مجھ سے کیا چپکے چپکے
مدینے کی جانب کو جا چپکے چپکے
حبیبِ خدا کی ثناء برملا ہو
کہ حاصل ہو فضلِ خدا چپکے چپکے
صلوٰۃ وتحیہ محمدیہ پڑھ کر
انہیں کو تصور میں لا چپکے چپکے
بر آئے گی طیبہ پہنچ کر تمنا
کہ ہوتا ہے لطفِ خدا چپکے چپکے
قیامت کے دن شدتِ تشنگی میں
پلائیں گے پانی وہ لا چپکے چپکے
گنہگار بندوں کو روزِ قیامت
جہنم سے لیں گے بچا چپکے چپکے
خداوند ان کی شفاعت سے وارث
تری بخش دے گا خطا چپکے چپکے

ایک دعا یاد کیجئے

اَللّٰھُمَّ أَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ

ترجمہ: یا اللہ! اپنا ذکر کرنے، شکر کرنے اور بہتر انداز میں اپنی عبادت کرنے میں میری مدد فرما۔

رواہ احمد

ایک حدیث یاد کیجئے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنْفِقْ یَا ابْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَیْکَ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے آدم کے فرزند! تو (میرے ضرورت مند بندوں پر) اپنی کمائی خرچ کر، میں اپنے خزانہ سے تجھ کو دیتا رہا ہوں گا۔

رواہ البخاری ومسلم

غیرت و حمیت

انتخاب: محمد حسین

تیغ لے ہاتھ میں اور امن کی خیرات نہ مانگ
اپنی غیرت کے عوض کوئی بھی سوغات نہ مانگ
تو مجاہد ہے، شریعت ہے تیرا طرز عمل
محفل شر سے گزر، کوئی خرافات نہ مانگ

تو خودی کا ہے امیں، حُسن ہے خوداری کا
فقر کو اوڑھ لے، ظالم سے عنایات نہ مانگ
جرمِ توہین وفا تو نہیں فطرت تیری
دین وایمان کے بدلے میں مراعات نہ مانگ

یہ ضمیروں کی تجارت بھی نہیں تیرا مزاج
قوم کو بیچ کے کافر سے مفادات نہ مانگ
نام ہے تیرا بہاروں کے خریداروں میں
تو خزاؤں کے بگولوں سے خرابات نہ مانگ

وارثِ لوح و قلم ہو کے پریشاں کیوں ہے؟
پوچھ قرآن سے باطل سے خیالات نہ مانگ
تیرا دامانِ انا ہو نہ طلب سے رسوا
بن کے ناداں ارے صحراؤں سے برسات نہ مانگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم

ملک بھر میں سیلاب کی تباہ کاریاں جاری ہیں۔

ہزاروں دیہات زیر آب آچکے ہیں۔لاکھوں لوگ بے گھر ہو کر کیمپوں اور کھلے میدانوں میں مقیم ہیں۔کھیت کھلیان اجڑ گئے ہیں اور قیمتی جانور بہہ کر لاپتہ ہو چکے ہیں۔سینکڑوں انسانوں کی جانیں گئی ہیں اور املاک کا نقصان اندازوں سے تجاوز کر چکا ہے۔اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔جو مسلمان اس آفت سے جان سے گئے ہیں ان کی مغفرت فرمائے۔جن کی املاک کا نقصان ہوا ہے انہیں نعم البدل عطاء فرمائے اور آخرت کا بہترین اجر سب کو نصیب فرمائے۔آمین۔

جب اس طرح کی آفات آئیں تو مسلمان کو یہ چند کام لازمی کرنے چاہئیں۔

(1) توبہ استغفار اور گناہوں سے کنارہ کشی

قرآن وحدیث کی رو سے ایسے عذاب اور مصائب مسلمانوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے آتے ہیں۔احادیث مبارکہ میں ایسے اعمال کی نشاندہی کی گئی ہے جن کے ارتکاب پر ایسے آسمانی عذابوں کی وعید سنائی گئی ہے۔مثلاً اجتماعی اموال میں خیانت، بدکاریوں کا عام ہونا، شراب نوشی، گانے بجانے کا شوق، نااہل لوگوں کو ذمہ داریوں پر مقرر کرنا۔والدین کی نافرمانی، جھوٹ کی کثرت، سودی کاروبار کا پھیل جانا، زکوٰۃ ادا کرنے سے پہلوتہی وغیرہ۔

واضح طور پر بتایا گیا کہ جب مسلمان ان معاملات میں مشغول ہو جائیں گے تو آندھیاں، زلزلے اور ہمہ قسم کی آفات ان پر ٹوٹ پڑیں گی۔اس لیے جب بھی ایسے حالات پیش آجائیں فوراً اللہ تعالیٰ سے رجوع کرنا چاہیے۔انفرادی اور اجتماعی سطح پر توبہ استغفار کا اہتمام کرنا چاہیے اور ان اعمال کو معاشرے میں پھیلنے سے روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(2) ان آفات میں جہاں انسانی غلطی اور کوتاہی کا عمل داخل ہو اس کے ازالے کی سنجیدہ کوشش کرنی چاہیے۔زمین کا ماحول انسانوں کی ہوس، حرص اور غیر سنجیدہ اقدامات کی وجہ سے مسلسل بگڑ رہا ہے۔درختوں کی بے دریغ کٹائی، تعمیرات کی کثرت اور ان میں ماحول کا خیال نہ رکھنے کی روش، پانی کے وسائل کا غلط استعمال، پانی کے ذخائر کی عدم دستیابی، نالوں اور نہروں کی آلودگی،

پانی کی گزرگاہوں پر بستیوں کی تعمیر وغیرہ یہ وہ تمام کام ہیں جو ایسے حالات پیش آنے کا بڑی حد تک سبب بنتے ہیں اور ان کی وجہ سے نقصانات حد سے بڑھ جاتے ہیں ان سب معاملات کی اصلاح بھی ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے اور غفلت کا نقصان بھی ہم ہی اٹھا رہے ہیں لہذا ان معاملات کے سنجیدہ سد باب پر متوجہ ہونا چاہیے۔

(3) مصیبت میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کے لیے دعاء

یہ وہ کم سے کم ایمانی حق ہے جو ایسے موقع پر لازم ہو جاتا ہے اس میں غفلت نہیں کرنی چاہیے، ہر نماز کے بعد اور اس کے علاوہ بھی دعاء جاری رکھنی چاہیے۔اس کا فائدہ مصیبت زدگان سے پہلے خود دعا کرنے والے کو پہنچتا ہے اور وہ فرشتوں کی دعا کا مستحق بن جاتا ہے۔

(4) حتی الامکان حتی الوسع ان مسلمانوں کی جو مدد ہو سکے کر گزرنا۔ یہ ان مصیبت زدہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ عافیت میں اپنے والے مسلمانوں کے لیے بھی امتحان کا وقت ہوتا ہے۔ان کے صبر کا امتحان ہوتا ہے اور بقیہ کی اخوۃ اور ایمانی رشتہ کا امتحان۔الحمدللہ ہمارے معاشرے میں جو خیر یں باقی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایسے حالات میں مصیبت زدہ مسلمانوں کی امداد کے خوش نما مناظر نظر آتے ہیں۔خصوصاً ملک کا دیندار طبقہ یعنی دینی جماعتیں، مدارس اور دینی مراکز اس معاملے میں ہمیشہ پیش پیش دکھائی دیتے ہیں۔

غزہ پر اس وقت سخت ترین حملہ جاری ہے اور اہل غزہ شدید حالات سے دو چار ہیں۔یقیناً آپ انہیں بھی ہر وقت اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہونگے اور ان کے لئے فکرمند رہتے ہونگے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو

والسلام

آپ کا بھائی جان

ابوامامہ

ایمان کی حفاظت

از قلم: سیدہ ناجیہ شعیب احمد

لاہور کے نواحی علاقے کے ایک گنجان آباد محلے میں ابتہاج اور یحییٰ رہتے تھے۔ دونوں ایک دوسرے کے جگری دوست تھے۔ وہ اپنی معصوم شرارتوں کے ساتھ کھیل کود میں مگن رہتے تھے۔ تیسری کلاس پاس کرنے کے بعد دونوں دوستوں نے ایک ہی اسکول میں داخلہ لیا۔

ایک دن ان کے اسکول میں نئی کینٹین کھلی جس میں نئے رنگ برنگے جوس کے ڈبے اور بوتلیں آئیں، جن پر ''شیزان'' کا بڑا روشن لیبل لگا تھا۔ سب بچوں میں وہ جوس ٹرینڈ بن گیا۔

ابتہاج جوس خرید کر اپنے گھر لے آیا اور خوشی خوشی اپنی امی کو دکھایا۔ امی نے چونک کر دیکھا اور نرمی سے سمجھاتے ہوئے کہا

''بیٹا! ہم یہ جوس استعمال نہیں کرتے''

''مگر کیوں امی جان؟ اتنا خوش ذائقہ شربت ہے، اسکول میں میرے سبھی دوست بہت شوق سے پی رہے تھے۔ میں بھی خرید لایا کہ ہم ساتھ پیئیں گے اور آپ کہہ رہی ہیں کہ یہ نہیں پینا چاہیے''

یحییٰ نے اُلجھے ہوئے انداز میں ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو وہ لہجے میں

جہان بھر کی محبت سمیٹ کر بولیں۔

"میرے شہزادے! آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ شیزان قادیانیوں کی کمپنی ہے، یہ ایسے لوگوں کی ہے جو ہمارے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کی ختمِ نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ ہمیں ان کا استعمال ترک کر کے اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہیے۔"

یحییٰ کو جی بھر کر حیرت ہوئی۔ اس نے ابتہاج کو بھی یہ بات بتائی۔ پہلے تو ابتہاج کو بھی یقین نہ آیا، پھر اس نے اپنی دادی سے پوچھا تو دادی اماں شفیق انداز میں بولیں۔

"جانتے ہو، اس وقت روئے زمین پر سب سے بڑا فتنہ قادیانیت ہے۔"

پھر انہوں نے نمناک آنکھوں کے ساتھ بڑی محبت سے درود شریف پڑھا اور وہ بتاتی چلی گئیں کہ کیسے مسلمان ختم نبوت کے عقیدے پر زندگیاں قربان کرتے رہے ہیں پھر انہوں نے قادیانی دجل و فریب اور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی آخری نبوت کے متعلق ایمان افروز قصے سنائے۔

"ابتہاج بیٹے! یاد رکھنا! جو آپ ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتا، وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔"

☆☆☆☆☆

یحییٰ کی امی فاطمہ خاتون نجیب الطرفین سیدہ تھیں۔ انہوں نے اپنے بچوں کی تربیت اور تعلیم پر خاص توجہ دی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ یحییٰ نے خریدنے کے باوجود شیزان جوس نہیں پیا، بلکہ گھر لے آیا۔ فاطمہ خاتون اچھی طرح جانتی تھیں کہ بچے کی اصل تربیت تو ماں کی گود سے شروع ہوتی ہے۔ اور پھر انہوں نے رات کو معمول کے مطابق یحییٰ کو کہانی سنانے کے بجائے عقیدہ ختمِ نبوت اور جھوٹے مدعیان نبوت کے بارے میں بتایا۔

"امی! عقیدہ ختمِ نبوت کا مطلب کیا ہے؟"

"بیٹا! عقیدہ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ نبیوں کی تعداد حضور ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے پوری ہو چکی ہے، نبوت اور رسالت ختم ہو چکی ہے اب تا قیامت کسی بھی انسان کو نبوت یا رسالت نہیں ملے گی یعنی تا قیامت نبیوں کی تعداد میں کسی ایک نبی کا اضافہ نہیں ہوگا۔"

فاطمہ خاتون کا اندازِ بیان ایسا گداز اور پُرسوز تھا کہ چھوٹے سے یحییٰ کے دل میں پیارے نبی جی ﷺ کی محبت بھرتی چلی گئی۔ دل کا خالی برتن بھر گیا تو آنکھیں چھلک پڑیں۔ یحییٰ نبی جی ﷺ کی محبت میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ فاطمہ خاتون بھی یحییٰ کے ساتھ دبی دبی آواز میں رو رہی تھیں۔

عرشِ معلّیٰ پر نبی کریم ﷺ کے چاہنے والوں کا تذکرہ چھڑ گیا تھا۔

☆☆☆☆☆

اگلے دن یحییٰ ابتہاج سے ملا۔ دونوں نے ایک دوسرے سے باتیں شیئر کیں۔ یحییٰ بولا کہ اس کی امی جان نے اسے بتایا کہ ”عقیدہ ختمِ نبوت اِتنا اہم ترین عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں، عالم دنیا میں، عالم برزخ میں، عالم آخرت میں، حجۃ الوداع کے موقع پر، درود شریف میں اور معراج کے موقع پر اس کا تذکرہ کروایا۔“

ابتہاج نے کہا کہ میری دادی اماں نے مجھے بتایا کہ ”قرآن پاک کی تقریباً سو کے قریب آیات مبارکہ اور نبی جی ﷺ کی دو سو کے قریب احادیث مبارکہ سے ہمیں یہ راہنمائی ملتی ہے کہ امتِ محمدیہ کی نجات فلاح اور کامیابی اسی میں ہے کہ پوری امت کا یہ عقیدہ ہو کہ ہمارے نبی ﷺ بلا تاویل و تخصیص اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور خاتم الرسل ہیں، اس میں کسی قسم کی تاویل اور شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے، اس کے بعد بھی اگر کوئی جھوٹا مدعی نبوت، نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ زندیق، مرتد اور واجب القتل ہے۔“

اپنے گھروں سے بہترین تربیت اور آگاہی حاصل کرنے کے بعد دونوں دوستوں نے سب سے پہلے ختم نبوت کے متعلق آیات اور احادیث مبارکہ حفظ کیں۔ پھر مل کر فیصلہ کیا کہ نہ وہ اب خود (شیزان پروڈکٹس) کسی ایسی چیز کو نہیں خریدیں گے، نہ اپنے دوستوں کو خریدنے دیں گے جو اسلام اور ختم نبوت کے عقیدے کے خلاف کام کرنے والوں کی ہو۔

یحییٰ اور ابتہاج نے اسکول میں پرنسپل صاحب کی اجازت سے ایک چھوٹا سا آگاہی پروگرام رکھا۔ سلائیڈز، پوسٹرز اور سچی

نماز پڑھنے کا ثواب

محمد عمر اقبال، مینچن آباد

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: آدمی اگر اپنے گھر پر نماز پڑھے تو صرف ایک نماز کا ثواب اس کو ملے گا اور محلے کی مسجد میں پچیس گنا ثواب ملتا ہے اور جامع مسجد میں پانچ سو گنا ثواب زیادہ ہوتا ہے اور بیت المقدس کی مسجد میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور میری مسجد یعنی مدینہ پاک کی مسجد میں پچاس ہزار کا ثواب ملتا ہے، اور مکہ مکرمہ کی مسجد میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔

کہانیوں کے ذریعے سب کو بتایا کہ کن کمپنیوں کا ہمیں بائیکاٹ کرنا ہے، کیوں کہ یہ نہ صرف معاشی بلکہ عقیدے کا معاملہ ہے۔

پروگرام کے اختتام پر یحیٰی نے ڈبڈبائی آنکھوں، اور کپکپاتی آواز میں کہا۔

" آج کی تقریب کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے والدین اور اساتذہ، عقیدۂ ختمِ نبوت کی تعلیم کو کلمہ طیبہ کی طرح ہر فرد کو سکھائیں خاص کر ہم بچوں کو، کیونکہ ہم آپ کا مستقبل ہیں۔"

آہستہ آہستہ اسکول سے بات نکل کر گلی محلوں میں پھیلتی چلی گئی۔ بچوں کے ساتھ ساتھ اساتذہ بھی اس شعور سے متاثر ہوئے، سب نے مل کر عہد کیا کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ختم نبوت کی حفاظت اور ناموس رسالت کے لیے ہر ممکن قدم اُٹھائیں گے۔

نرمی اور ملائمت سے بات کرنے کا خاطر خواہ نتیجہ یہ نکلا کہ اسکول کی کینٹین نے شیزان اور اسرائیلی پروڈکٹس ہٹادیں۔

یہ سب دیکھ کر ابتہاج اور یحیٰی کی آنکھیں بھر آئیں۔ انہیں یقین ہوگیا کہ ایمان کی طاقت، دجل وفریب اور باطل کی چالوں پر بھاری ہوتی ہے۔ یوں دو بچوں نے ختم نبوت کے عقیدے کی حفاظت میں اپنی کوشش ڈالی اور یہ ثابت کردیا کہ شعور و آگہی کی بجھی شمع کہیں بھی روشن ہوسکتی ہے۔

ارشد اسلم

اُونٹ کی سواری

"بھائی جان! بھائی جان!!!" صہیب بھاگتا ہوا گھر میں داخل ہوا اور سیدھا خبیب کے پاس گیا۔ اس کی سانسیں پھول رہی تھیں۔

"کیا بات ہے صہیب! تم بھاگتے ہوئے کیوں آئے ہو؟" خبیب نے پوچھا

"باہر اونٹ والا آیا ہے، بچے اس کی سواری کر رہے ہیں، میرا بھی دل کر رہا ہے۔" صہیب کے چہرے پر خوشی جھلک رہی تھی۔ اس نے ہانپتے ہوئے کہا

"اچھا ٹھیک ہے! ہم دادا جان کے پاس چلتے ہیں، وہ ہمیں لے جائیں گے۔" خبیب نے کہا

دونوں بھائی دادا جان کے ساتھ خوشی خوشی اونٹ والے کے پاس جا پہنچے۔ انہوں نے اونٹ والے سے کہا:

"بھائی! ذرا احتیاط سے بچوں کو سواری کروادو!"

اونٹ والے نے ان دونوں کو اونٹ پر بٹھا دیا۔ وہ مزے مزے سے سواری کر رہے تھے۔ بچوں کی خوشی دیکھ کر دادا جان بھی خوش ہو رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد اونٹ سے اترنے کے بعد دونوں نے اونٹ والے کے ساتھ ساتھ دادا جان کا بھی شکریہ ادا کیا۔ دادا

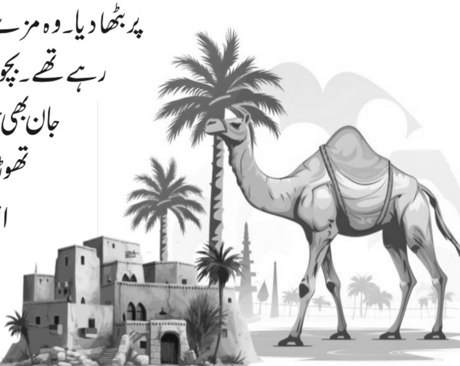

جان نے اونٹ والے کو پیسے دیئے اور سب گھر کی جانب روانہ ہو گئے۔

گھر پہنچنے کے بعد صہیب نے کہا:

''دادا جان! ہمیں اونٹ کے بارے میں کچھ بتائیے!''

حبیبہ بھی ان کے درمیان آ کر بیٹھ گئی۔

دادا جان نے کہا:

''اونٹ کا ذکر تو قرآنِ پاک میں بھی ہے، یہ اللہ پاک کی قدرت کی عجیب نشانیوں میں سے ایک ہے۔''

''اس میں کیا کیا عجائب ہیں؟''

خبیب بولا۔

''پیارے بچو! اس میں بہت سے عجائبات ہیں:

1) عام طور پر کھیتی باڑی، سامان وغیرہ اٹھانے، سواری کرنے اور دودھ یا گوشت کے لیے مختلف جانور پالے جاتے ہیں، اور اکیلے اونٹ میں یہ ساری باتیں موجود ہیں۔

2) اسے ریگستان کا جہاز کہتے ہیں کیونکہ دوسرے جانور ریگستان میں مشکل سے چل پاتے ہیں، جبکہ یہ تو دوڑتا ہے۔

3) دوسرے جانوروں کی نسبت کئی دن کی خوراک اپنے اندر جمع کر لیتا ہے اور کھائے پیے بغیر بہت دنوں تک زندہ رہتا اور سفر کرتا رہتا ہے۔

4) یہ آسانی سے واقف بن جاتا ہے، حتیٰ کہ ایک بچہ اس کو جہاں چاہے لے جا سکتا ہے۔'' دادا جان نے کہا۔

پھر دادا جان نے تھوڑا سا سوچ کر کہا:

''بچو! میں آپ کو اونٹ سے متعلق پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک معجزہ سناتا ہوں۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے، وہاں ایک اونٹ تھا۔ جب اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو وہ آواز نکالنے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے سر پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا تو اس نے رونا بند کر دیا۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا:

''اس اونٹ کا مالک کون ہے؟''

ایک نوجوان نے آ کر عرض کی:

''یا رسول اللہ! یہ میرا اونٹ ہے۔''

آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:

’’تم اس بے زبان جانور کے بارے میں اللہ پاک سے نہیں ڈرتے جس کا اللہ نے تمہیں مالک بنایا ہے؟ اس اونٹ نے مجھ سے تمہاری شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور بہت زیادہ کام لیتے ہو۔‘‘ (ابو داوٗد، 3/ 33، رقم الحدیث: 2549)

دادا جان نے مزید بتایا:

’’ہمارے پیارے نبی ﷺ نے کئی جانوروں اور پرندوں کی مصیبتیں اور پریشانیاں دور کی ہیں۔‘‘

’’دادا جان! کیا ہمارے نبی پاک ﷺ ہر جاندار کی بولی سمجھتے تھے؟‘‘ حبیبہ بولی

’’جی ہاں بیٹی! ہمارے پیارے نبی ﷺ جاندار تو کیا، بے جان چیزوں کی بات بھی سمجھ لیا کرتے تھے۔‘‘

’’دادا جان! اس پر کوئی واقعہ سنائیے!‘‘ خلیب نے فوراً کہا

’’اِن شاء اللہ آئندہ اس موضوع پر ایک واقعہ سناؤں گا، اب نمازِ مغرب کا وقت ہونے والا ہے، چلو نماز کی تیاری کرتے ہیں۔‘‘ دادا جان نے مسکراتے ہوئے کہا

☆☆☆☆☆

اعتذاری وضاحت

گزشتہ شمارہ میں شائع ہونے والی تحریر بعنوان ”رحمۃ للعالمین ﷺ“ میں سہواً بعض ایسی عبارات شامل ہوگئیں جو اہلِ سنت والجماعت حضرات اکابر علماء دیوبند کے متفقہ عقائد کے منافی تھیں۔ ادارہ اس غیر ارادی غلطی پر نہایت افسوس کا اظہار کرتا ہے اور اپنے معزز قارئین سے دلی معذرت خواہ ہے۔ اس تحریر کی آن لائن ایڈیشن میں فوری طور پر اصلاح کر دی گئی ہے تاکہ قارئین کو مستند اور درست مواد فراہم کیا جا سکے۔ ادارہ آئندہ اس امر کو یقینی بنائے گا کہ شائع شدہ تمام مضامین تحقیق و تدقیق کے اعلیٰ معیار پر پورے اُتریں۔ والسلام

ادارہ مسلمان بچے

غزوۂ خیبر کے موقع پر ایک چرواہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا، وہ یہودیوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا، اس چرواہے نے جب دیکھا کہ خیبر سے باہر مسلمانوں کا لشکر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے، اس کے دل میں خیال آیا کہ میں جا کر ان سے ملاقات کروں اور دیکھوں کہ یہ مسلمان کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟ چنانچہ بکریاں چراتا ہوا مسلمانوں کے لشکر میں پہنچا اور ان سے پوچھا کہ تمہارے سردار کہاں ہیں؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے بتایا کہ ہمارے سردار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خیمے کے اندر ہیں۔ پہلے تو اس چرواہے کو ان کی باتوں پر یقین نہیں آیا۔ اس نے سوچا کہ اتنے بڑے سردار ایک معمولی سے خیمے کے اندر کیسے بیٹھ سکتے ہیں۔

اس کے ذہن میں یہ تھا کہ جب آپ اتنے بڑے بادشاہ ہیں تو بہت ہی شان و شوکت اور ٹھاٹ باٹ کے ساتھ رہتے ہوں گے لیکن وہاں تو کھجور کے پتوں کی چٹائی سے بنا ہوا خیمہ تھا۔ خیر وہ اس خیمے کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کے لئے داخل ہوا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی۔

اور پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا پیغام لے کر آئے ہیں؟ اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے

سامنے اسلام اور ایمان کی دعوت رکھی۔ اور اسلام کا پیغام دیا۔ اس نے پوچھا کہ اگر میں اسلام کی دعوت قبول کرلوں تو میرا کیا انجام ہوگا؟ اور کیا رتبہ ہوگا؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اسلام لانے کے بعد تم ہمارے بھائی بن جاؤ گے اور ہم تمہیں گلے سے لگائیں گے۔

اس چرواہے نے کہا کہ آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں، میں کہاں اور آپ کہاں! میں ایک معمولی سا چرواہا ہوں اور میں ایک سیاہ فام انسان ہوں، میرے بدن سے بدبو آرہی ہے۔ ایسی حالت میں آپ مجھے کیسے گلے سے لگائیں گے؟

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ہم تمہیں ضرور گلے سے لگائیں گے اور تمہارے جسم کی سیاہی کو اللہ تعالیٰ تابانی سے بدل دیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے جسم سے اٹھنے والی بدبو کو خوشبو سے تبدیل کر دیں گے۔

یہ باتیں سن کر وہ فوراً مسلمان ہوگیا اور کلمہ شہادت: (اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ) پڑھا۔ پھر حضور اقدس ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ! اب میں کیا کروں؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسے وقت پر ایمان لائے ہو کہ نہ تو اس وقت کسی نماز کا وقت ہے کہ تم سے نماز پڑھواؤں اور نہ ابھی روزہ کا زمانہ ہے کہ تم سے روزے رکھواؤں، زکوٰۃ تم پر فرض نہیں ہے اس وقت تو صرف ایک ہی عبادت ہو رہی ہے جو تلوار کی چھاؤں میں انجام دی جاتی ہے وہ ہے ”جہاد فی سبیل اللہ“

اس چرواہے نے کہا: یارسول اللہ! میں اس جہاد میں شامل ہو جاتا ہوں لیکن جو شخص جہاد میں شامل ہوتا ہے اس کے لئے دو میں سے ایک صورت ہوتی ہے غازی یا شہید تو اگر میں اس جہاد میں شہید ہو جاؤں تو آپ میری کوئی ضمانت لیجئے!

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: میں اس بات کی ضمانت لیتا ہوں کہ اگر تم اس جہاد میں شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں پہنچا دیں گے اور تمہارے جسم کی بدبو کو خوشبو سے تبدیل فرما دیں گے اور تمہارے چہرے کی سیاسی کو سفیدی میں تبدیل فرما دیں گے۔

چونکہ وہ چرواہا یہودیوں کی بکریاں چراتا ہوا وہاں پہنچا تھا۔ اس لئے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: تم یہودیوں کی جو بکریاں لے کر آئے ہو۔ ان کو جا کر واپس کرو اس لئے کہ یہ بکریاں تمہارے پاس امانت ہیں۔

اس سے اندازہ لگائیں کہ جن لوگوں کے ساتھ جنگ ہو رہی ہے۔ جن کا محاصرہ کیا ہوا ہے ان کا مال غنیمت ہے لیکن چونکہ وہ چرواہا بکریاں معاہدے پر لے کر آیا تھا، اس لئے آپ ﷺ نے حکم دیا کہ پہلے وہ بکریاں واپس کر کے آؤ۔ پھر آ کر جہاد میں شامل ہونا۔

چنانچہ اس چرواہے نے جا کر بکریاں واپس کیں اور واپس آ کر جہاد میں شامل ہوا اور شہید ہو گیا۔

جب جنگ ختم ہو گئی تو حضور اقدس ﷺ لشکر کا جائزہ لینے گئے۔ ایک جگہ آپ ﷺ نے دیکھا کہ صحابہ کرامؓ کا مجمع اکٹھا ہے۔ آپ ﷺ قریب پہنچے تو ان سے کہا کہ کیا بات ہے؟ صحابہ کرامؓ نے فرمایا جو لوگ جنگ میں شہید ہو گئے ہیں ان میں سے ایک آدمی ایسا بھی ہے کہ جس کو ہم میں سے کوئی نہیں جانتا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے دکھاؤ!

جب آپ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا:

"تم اس شخص کو نہیں پہچانتے مگر میں اس کو پہچانتا ہوں۔ یہ چرواہا ہے اور یہ وہ بندہ ہے جس نے اللہ کی راہ میں ایک بھی سجدہ نہیں کیا اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے سیدھا اس کو جنت الفردوس میں پہنچا دیا ہے اور میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ ملائکہ اس کو غسل دے رہے ہیں اور اس کی سیاہی سفیدی میں تبدیل ہو گئی ہے اور اس کے جسم کی بو خوشبو میں تبدیل ہو گئی ہے۔

☆☆☆☆☆

ترغیب

تحریر: بنت احمد

امی طلحہ کو اسکول کے لیے اُٹھانے آئیں تو حیران رہ گئیں۔ طلحہ نمازِ فجر پڑھ رہا تھا۔ وہ حیرت اور خوشی سے دنگ رہ گئیں اور فوراً اپنے شوہر اور ساس، سسر کو بلا کر دکھایا۔ سب چپ چاپ دیکھ کر خوشی سے پلٹ گئے۔

اسکول سے واپسی پر جب سب کھانا کھا چکے تو امی نے طلحہ کو پیار کیا اور کہا:

”آپ سات سال کے ہو گئے اور آپ نے نماز پڑھی، تو آپ کا گفٹ!“

پھر دادا دادی نے بھی پیار کر کے انعام دیے اور کہا:

”بیٹا! اب نماز کی پابندی کرنا۔“

پانچ سالہ حمزہ نے پوچھا:

”کیا سب کو سات سال کے ہونے پر انعام ملتا ہے؟“

امی نے پیار سے کہا:

”بیٹا! یہ انعام نماز پڑھنے کا ہے۔ جب سات سال کی عمر میں نماز پڑھتے ہیں تو انعام ملتا ہے۔“

حمزہ نے خوشی سے کہا:

”میں بھی سات سال کا ہونے پر نماز پڑھوں گا!“

☆☆☆☆☆

یہ ایک دینی گھرانے کا منظر تھا۔

احمد صدیقی نہایت نیک اور صالح انسان تھے۔ دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی، سب شادی شدہ تھے۔ بیٹے دونوں ساتھ ہی رہتے تھے۔ دونوں بھائیوں کے بچے بھی مل جل کر محبت سے رہتے تھے۔ کبھی

نوک جھونک، کبھی ہنسی مذاق، غرض کہ ایک خوشگوار ماحول تھا۔

اس گھرانے کی ایک خاص بات یہ تھی کہ بچوں میں نماز کا شوق پیدا کیا جاتا۔ بڑے پیار سے، چھوٹی عمر سے ہی، نماز کے حوالے سے واقعات کی شکل میں ترغیب دی جاتی۔

روزانہ ایک وقت مقرر کر کے سب گھر والے جمع ہوتے۔ احادیثِ مبارکہ کے ذریعے نماز کے فضائل، بزرگوں کے واقعات اور نماز کی برکات بیان کی جاتیں، پھر سوالات بھی کیے جاتے۔ غرض کہ ایک نورانیت اور ترغیب سے بھرا ماحول ہوتا۔

چھوٹے بچے، بچپن سے اس ماحول کو دیکھ کر شعور کی منزلیں طے کرتے۔ ہر بچہ اپنے سات سال کے ہونے کا انتظار کرتا اور کہے بغیر نماز شروع کر دیتا۔ اس کی حوصلہ افزائی کے لیے اسے انعام دیا جاتا۔ پھر باقاعدہ ایک ڈائری بنائی جاتی جس میں سات سال سے لے کر دس سال کی عمر تک ہر نماز کا اندراج ہوتا۔

دس سال کی عمر میں، گھر کے اندر ہی، سب گھر والے ایک تقریب رکھتے۔ بچوں کی پسند کی ڈشز بنتیں، گفٹ رکھے جاتے۔ کھانے وغیرہ کے بعد نماز کی ڈائری کھولی جاتی۔ جس کی سب نمازیں پوری ہوتیں، اسے ''فرسٹ پوزیشن'' کے ساتھ سند اور خصوصی انعام دیا جاتا۔ باقی چھوٹے بچوں کی بھی حوصلہ افزائی کی جاتی۔

یہ سلسلہ برسوں سے جاری تھا اور اس گھرانے کی دیکھا دیکھی، بچوں کی نماز کی پابندی اور دینی شوق کی وجہ سے ان کے خاندان کے کافی لوگوں میں بھی رجحان پیدا ہو چکا تھا۔ بہت سے بچے بلکہ بڑے بھی اس طریقے سے نماز کے پابند ہو گئے تھے۔ چراغ سے چراغ جل رہا تھا اور یہ سلسلہ جاری و ساری تھا۔

☆☆☆☆☆

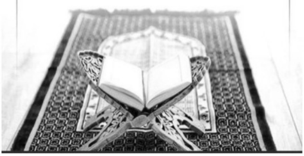

بنت حاجی اللہ نواز

زیتون کا درخت

میرا غزہ میں آج دوسرا ہفتہ تھا۔ اک سہ پہر میں تھک ہار اس درخت کے سائے میں لیٹا تھا جب مجھے کچھ سنائی دیا۔ میں نے چار سو دیکھا۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ وہم سمجھ کر جھٹلایا اور پھر سونے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔

دفعتاً پھر آواز آنے لگی۔

”خالد۔۔۔۔۔۔ خالد بھی ایسے سوتا ہے میرے سایہ میں۔۔۔۔ جانے۔ اب کہاں ہے۔ میرے ننھے دوستوں میں سے ہے یہ خالد بھی۔۔۔“

میں نے گھبرا کر اک بار پھر دیکھا تو محسوس ہوا آواز درخت کی تھی!

”میں ہوں زیتون۔۔۔ قدس کی زمین کا اک درخت!“

اگلی بات کہی گئی، میں تجسس میں گم سم دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔

”میری تاریخ بہت پرانی ہے اور میری عمر طویل۔۔

میں نے وہ وقت دیکھا جب میرے چار سو بہاریں تھیں۔ بچوں کے قہقہے تھے۔ ان کی مائیں پانی کے مٹکے لیے جب میرے نیچے سے

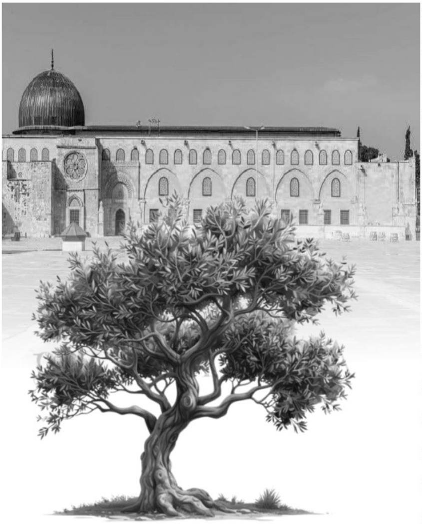

گزرتیں تو اپنی جھولی کو میرے پھولوں سے بھر لیتیں۔

وہ لمحہ بھر کو رکا۔۔اس کے پتے لہراتے ہوئے خزاں کی اک اداس شام کا منظر لگ رہے تھے۔

میں نے القدس میں نمازیوں کی صفیں دیکھ کر اس زمین کی ٹھنڈک محسوس کی۔

میں نے اس فضا میں سانس لی جہاں پرندے آزاد فضا میں اڑانیں بھرا کرتے تھے۔کبوتر میری ٹہنیوں پہ بسیرا ڈالے رکھتے تھے۔''

درخت کی آواز میں صدیوں کی تھکن تھی۔

''میرے معصوم پھول،میرے بچے ،ہاں غزہ کے بچے!

میرے سائے تلے خوب کھیلا کرتے تھے میرے پتے لہک لہک کران کی خوشی میں گاتے تھے ہم خوش تھے، آزاد تھے، پھر وقت نے اک عجیب رنگ دکھایا۔

قدس کی فضا کا رنگ لہو رنگ ہو گیا۔

اک دھماکہ ہوا اور پھر سینکڑوں دھماکے، شیطانیت کے کھیل میں میرے سینکڑوں باغ اجڑے۔

میرے غزہ کو مسل دیا گیا۔

میرے باغات جل گئے۔

میرے بچے۔۔۔زیتون کی آغوش میں چھپنے والے بچے۔۔۔

زمین میں چھپ گئے!

وہ جن کو آسمان کا ستارہ بننا تھا فلک کی روشنی بن کر زیرِ زمین جا بسے۔

میرا نوحہ سن رہے ہو!؟''

درخت نے مجھے گم سم دیکھ کر استفسار کیا،نم آنکھوں کے ساتھ میں بمشکل سر ہلا پایا۔

''دنیا والے کہتے ہیں درخت بولتے نہیں۔

سنو!!

درخت محسوس کرتے ہیں۔

میں تمہیں وہ درد کیسے بتاؤں جب کوئی معصوم پھول مجھ سے لپٹ کر روتا ہے۔

میں نے وہ نوحے دیکھے جو خوف سے خالی عزم سے بھرپور تھے۔

کیا تم نے دیکھا؟

تم نے دیکھا غزہ کو؟؟؟

تم نے سوچا قدس کے زیتون کا، جو

دل تو نہیں کئی نوحے رکھتا ہے

میرے وجود میں وہ طاقت نہیں کہ مزید دکھ سہہ سکے لیکن میں کھڑا ہوں

کہ مجھے دیکھ کر میرے لوگ جیتے ہیں۔انہیں عشق ہے مجھ سے

لمحہ بھر کو کوئی آئے مجھے داستان سنا جاتا ہے۔

لیکن میں، میں کس کو سناؤں اپنے لوگوں کا درد"

درخت کی آواز میں ہچکیوں کی آمیزش تھی۔

پتے لہرانا چھوڑ چکے تھے۔درخت اب مکمل ساکت تھا اور میں بھی!

کچھ دیر بعد درخت کے آخری الفاظ سنائے دیئے۔

"سنو جوان! لوگو کو بتانا۔۔۔

میں زیتون ہوں فلسطین کی مٹی پہ اُگا ہوا۔۔

حق کی گواہی دینے والا۔۔۔۔

مردہ ضمیروں کو جھنجھوڑنے کی اک ناکام کوشش کرنے والا۔۔۔

فلسطین کا زیتون!!!"

سنہرے اقوال

☆ عذاب کی تلخی گناہ کی شیرینی کو بھلا دیتی ہے۔

☆ خواہشات رفتہ رفتہ ضروریات کا درجہ اختیار کر لیتی ہیں۔

☆ جاہل کے خیال اور عمل میں بہت کم وقفہ ہوتا ہے۔

☆ بد عادات کا بنانا آسان، نبھانا مشکل اور چھوڑنا ناممکن ہوتا ہے۔

☆ بری عادت میں اگر زوال نہ ہو سکے تو اعتدال ہی غنیمت ہے۔

☆ دنیا میں ذلت کی ہزاروں صورتیں ہیں ان میں ایک ذلت "قرض" سب سے سخت ہے۔

☆ انسان کی سب سے بڑی دشمن بری عادت ہے۔

ہمشیرہ مطلوب حسین، بھور

آخری خط

زہرہ عبدالقیوم

پیارے دوست!

میں فلسطین سے تمہارا بھائی عکرمہ

تمہیں جب یہ خط ملے گا، نہ جانے تم کیا کر رہے ہو گے۔

شاید آئسکریم کھا رہے ہو یا کہیں پکنک کا ارادہ ہو، ہو سکتا ہے تم اپنی چھوٹی بہنا کے ساتھ اسی کی خوشی کی خاطر گڑیوں والا کھیل کھیلنے میں مگن ہو۔ مگر میں۔۔۔

میں اپنی چھوٹی بہنا کو کئی دن ملبے میں تلاش کرتا رہا۔ وہ تو نہ ملی اس کی گڑیا مل گئی، میں بہنا کی گڑیا دفنا آیا ہوں۔

تم چھوٹے ہو، شاید میری بات اتنی شدت سے محسوس نہ کر سکو، میں بھی تمہارا ہی ہم عمر ہوں مگر وقت سے پہلے بڑا ہو گیا۔ اتنا کہ ماں کے آنسو پونچھ لیتا ہوں، بابا کی آنکھوں کا درد محسوس ہو جاتا ہے اور میں اپنے زخموں کو چھپا کر مسکرا دیتا ہوں۔

گرمی کا موسم ہے اور شاید تمہاری طرف بارشوں کا بھی۔۔۔ بارش ہوتی ہے تم بھاگتے ہو، کھیلتے ہو، ہم پر بھی بارش ہوتی ہے، ہاں مگر بارود کی!

ہم بھاگتے ہیں لیکن گھبراتے نہیں، ہم نے لہو رنگ آسمان میں جنت کے نظارے دیکھ لیے۔ ہم جاگتی آنکھوں سے جنت کے خواب دیکھ رہے ہیں کہ ہمارا امن وہی ہے۔

تمہیں میں نے خط لکھا شاید جب تک یہ الفاظ تم تک پہنچیں میں جنت کے باغات میں موجود ہوں گا۔

میں نے تمہیں لکھا، تمہیں پکارا صرف اس لیے کہ آج سے دس سال بعد جب تم ایک کڑیل جوان ہو گے تم دوبارہ میرا یہ خط پڑھنا اور سمجھنا! میرا مقصد کیا تھا؟ تمہارا مقصد کیا ہے؟؟؟

اپنے دوست عکرمہ کے آخری خط کی لاج رکھنا!!!

ابوشفاء

رازِ سربستہ

خلافت کا قیام

قربِ قیامت ارضِ شام میں ہی خلافت کا قیام ہوگا، عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يا ابنَ حوالةَ، إذا رأيتَ الخلافةَ قد نزلَت أرضَ المقدَّسةِ فقد دنَتِ الزَّلازِلُ والبَلابلُ والأمُورُ العِظامُ، والسَّاعةُ يومَئذٍ أقربُ منَ النَّاسِ من يدي هذِهِ من رأسِكَ

اے ابن حوالہ! جب تم دیکھو کہ خلافت ارضِ مقدس (شام) تک پہنچ گئی ہے تو زلزلے آنے لگیں گے، مصیبتیں ٹوٹیں گی اور بھی بڑی بڑی علامتیں ظاہر ہوں گی اور قیامت اس وقت لوگوں کے اس سے زیادہ قریب ہوگی جتنا کہ میرا ہاتھ تمہارے سر سے قریب ہے۔

آخری پناہ گاہ

قربِ قیامت شام کی سرزمین ہی ایمان والوں کی آخری پناہ گاہ ہوگی، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ستَخرُجُ نارٌ من حضرموتَ أو من نحوِ بحرِ حضرموتَ قبلَ يومِ القيامةِ تَحشُرُ النَّاسَ قالوا: يا رسولَ اللهِ، فما تأمُرُنا؟ فقالَ: عليكم بالشَّامِ

ترجمہ: قیامت سے پہلے حضرموت یا حضرموت کے سمندر کی طرف سے ایک

آگ نکلے گی جو لوگوں کو اکٹھا کرے گی، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اس وقت آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم شام چلے جانا۔

مسلمانوں کا مرکز

قربِ قیامت شام کا شہر دمشق مسلمانوں کا مرکز ہوگا۔ سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إنَّ فُسطاطَ المسلمين ، يومَ الملحمةِ، بالغُوطةِ إلى جانبِ مدينةٍ يُقالُ لها: دمشقُ ،من خيرِ مدائنِ الشَّامِ

ترجمہ: جنگ کے موقع پر مسلمانوں کا خیمہ (مرکز) دمشق نامی شہر کی جانب میں واقع مقام غوطہ ہوگا اور دمشق شام کے بہترین شہروں میں سے ہوگا۔

مقامِ طائفہ منصورہ

سرزمین شام ہی وہ مقام ہوگا جہاں طائفہ منصورہ کا قیام ہوگا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا تزالُ طائفةٌ مِن أُمَّتي على الحَقِّ ظاهرينَ، وإنِّي لأرجو أنْ تَكونوهم يا أهلَ الشَّامِ

ترجمہ: میری امت کی ایک جماعت حق پر غالب رہے گی اور مجھے امید ہے کہ اے شام والو! تم اس جماعت میں سے ہوگے۔

اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد

اہلِ شام کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد حاصل رہے گی، چنانچہ سیدنا معاویہ اپنے باپ سیدنا قرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إذا فسدَ أَهْلُ الشَّامِ فلا خيرَ فيكم : لا تَزالُ طائفةٌ من أُمَّتي منصورينَ لا يضرُّهم من خذلَهم حتَّى تقومَ السَّاعةُ

ترجمہ: جب اہلِ شام فساد کا شکار ہو جائیں تو پھر تم میں کوئی خیر نہیں۔ میری امت میں سے ایک طبقہ نصرت مند رہے گا، جو لوگ ان کو بے یار و مددگار چھوڑیں گے وہ ان کا کچھ نہ بگاڑ پائیں گے، یہاں تک کہ قیامت آجائے"۔

اللہ تعالیٰ کی منتخب زمین اور منتخب بندے

شام اللہ تعالیٰ کی منتخب زمین اور وہاں اللہ کے منتخب بندے رہیں گے۔ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

صَفوۃُ اللہِ من أرضِہ الشّامُ ، و فیھا صَفوتُہ من خلقِہ و عبادِہ ، و لَیدخُلَنَّ الجنۃَ من أمَّتِی ثُلَّۃٌ لا حِسابَ علیھم و لا عذابَ

ترجمہ: شام اللہ تعالیٰ کی منتخب سرزمین ہے، وہاں اللہ کی پسندیدہ مخلوق اور پسندیدہ بندے رہائش پذیر ہیں اور میری امت کی ایک جماعت جنت میں اس طرح داخل ہوگی کہ ان کا نہ حساب لیا جائے گا اور نہ ہی ان پر کسی قسم کا عذاب ہوگا۔

منتخب سرزمین اور منتخب بندوں کا معنی

کسی سرزمین کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک منتخب ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہاں اعمالِ خیر بکثرت ادا کیے جائیں گے اور بندوں کا اللہ کے نزدیک منتخب ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کے طاعت شعار اور عبادت گزار بندے ہوں گے۔ نیز اس حدیث کے اسلوب سے یہ بھی پتا چلتا ہے یہ مبارک جماعت جس کا ذکر اس حدیث کے آخر میں کیا گیا ہے ان میں سے اکثر اہلِ شام یا شام کے باشندے ہوں گے۔

پانی صرف شام میں دستیاب ہوگا

آخری زمانے میں پانی صرف شام میں میسر ہوگا۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یُوشِكُ أن تطلبُوا فی قُراکم ھذہ طستًا من ماءٍ فلا تجدونَہ، ینزوی کُلُّ ماءٍ إلی عنصرِہ؛ فیکونُ فی الشامِ بقیۃُ المؤمنین والماءِ

ترجمہ: قریب ہے کہ تم ان بستیوں میں ایک پیالہ پانی کا تلاش کرو، لیکن کامیاب نہ ہوسکو۔ یعنی سارے کا سارا پانی اپنی اصل کی طرف سکڑ جائے گا اور باقی ماندہ مومن اور پانی شام میں ہوں گے۔

صحابہ کرام و اسلافِ امت کا مرکز

انبیاء کرام کے بعد سرزمین شام اسلام

کا مرکز و محور اور صحابہ کرام و اسلافِ امت کا مسکن رہی ہے، سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک لمبے عرصے تک دار الخلافہ یہی سرزمین رہی! شیخ الاسلام ابن تیمیہ، شیخ الاسلام ابن قیم، حافظ ذہبی، حافظ ابن کثیر رحمہم اللہ وغیرہم کثیرا کا تعلق بھی دمشق سے تھا۔

اسی سرسبز وشاداب سرزمین میں امام نووی شارحِ صحیح مسلم، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ ابن القیم، حافظ ابن عساکر اور حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ جیسے علماء و فضلاء پیدا ہوئے۔ یہاں بہت سارے انبیاء، بہت سارے علماء ومحدثین اور بہت سارے صحابہ کرام مدفون ہیں۔

اقتصادی پابندی کی پیشین گوئی

ملکِ شام پر اہلِ روم کی طرف سے اقتصادی پابندیاں عائد کی جائیں گی۔ سیدنا ابونضرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جابر بن عبداللہ کے پاس تھے کہ انہوں نے فرمایا:

يُوشِكُ أَهْلُ الْعِرَاقِ أَنْ لَا يُجْبَى إِلَيْهِمْ قَفِيزٌ وَلَا دِرْهَمٌ، قُلْنَا مِنْ أَيْنَ ذَلِكَ؟ قَالَ: مِنْ قِبَلِ الْعَجَمِ يَمْنَعُونَ ذَلِكَ، ثُمَّ قَالَ: يُوشِكُ أَهْلُ الشَّامِ أَنْ لَا يُجْبَى إِلَيْهِمْ دِينَارٌ وَلَا مُدْيٌ قُلْنَا مِنْ أَيْنَ ذَلِكَ؟ قَالَ: مِنْ قِبَلِ الرُّومِ

قریب ہے کہ اہلِ عراق کے لیے ان کا قفیز (پیمانہ) اور درہم (چاندی کی کرنسی) کوئی فائدہ نہ دے۔ ہم نے پوچھا: یہ کیسے ممکن ہوگا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ غیر عرب (عجم) کی طرف سے ہوگا جو ان سب چیزوں کو روک دیں گے۔ پھر سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قریب ہے کہ اہلِ شام کے لیے ان کا دینار (سونے کی کرنسی) اور مدی (پیمانہ) بھی کوئی فائدہ نہ دے۔ ہم نے پوچھا: ایسا کیسے ہوگا؟ تو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ اہلِ روم کی طرف سے ہوگا۔

رحمت وفضلِ الٰہی کی ٹھنڈی ہوائیں

قربِ قیامت سرزمین شام سے ٹھنڈی ہوائیں چلیں گی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہلِ ایمان کے لیے رحمت و فضل کا باعث ہوں گی۔ عبداللہ بن عمرو بن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا:

يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ-لَا أَدْرِي: أَرْبَعِينَ يَوْمًا، أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا، أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا فَيَبْعَثُ اللهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَأَنَّهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ، فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ، ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِينَ، لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ رِيحًا بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ أَوْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ، حَتَّى لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ دَخَلَ فِي كَبِدِ جَبَلٍ لَدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ، حَتَّى تَقْبِضَه

ترجمہ: دجال میری امت میں چالیس تک رہے گا۔ مجھے نہیں معلوم کہ چالیس سے مراد چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ عیسی بن مریم علیہ السلام کو بھیجیں گے جو عروہ بن مسعود سے مشابہ ہوں گے۔ پس وہ دجال کو تلاش کریں گے اور اسے قتل کریں گے۔

پھر لوگ سات سال تک اس حال میں رہیں گے کہ دو آدمیوں کے مابین بھی دشمنی نہ ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجیں گے اور دنیا میں کوئی بھی ایسا شخص باقی نہ رہے گا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان یا خیر ہو چاہے وہ پہاڑ کی کھوہ میں ہی داخل کیوں نہ ہو جائے وہاں بھی وہ ہوا گھس کر اس کی روح قبض کرلے گی۔“

یعنی قیامت کی سختیاں شروع ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو اٹھالیں گے۔

سرزمین شام کا نورانی نظارہ

سرزمین شام وہ پاکیزہ سرزمین ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کو اس کی زیارت کرائی گئی، چنانچہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

يا نَبِيَّ اللهِ، ما كان أوَّلُ بَدءِ أمرِكَ؟ قال: دَعوةُ أبي إبراهيمَ، وبُشرى عيسى، ورَأَتْ أُمِّي أنَّه يَخرُجُ منها نورٌ أضاءَتْ منه قُصورُ الشَّامِ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول للہ! آپ کی نبوت

مبارکہ کی شروعات کیسے ہوئی؟ رسول االلہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ اور (میری ولادت کے وقت) میری والدہ ماجدہ نے دیکھا کہ اُن کے جسمِ اَطہر سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔"

نبی اکرم ﷺ کی ولادت کے وقت شام کا یہ نورانی مظاہرہ اس بات کی دلیل ہے کہ سرزمین شام ایک مقدس مقام ہے اور یہ ایک روحانی اور دینی مرکز ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

وتخصيص الشام بظهور نوره: إشارة إلى استقرار دينه، ونبوته ببلاد الشام. ولهذا تكون الشام في آخر الزمان معقلاً للإسلام وأهله، وبها ينزل عيسى ابن مريم

ترجمہ: شام کو نور کے ظہور کے لیے خاص کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سرزمین پر اللہ کے دین اور اس کی نبوت کو مضبوطی حاصل ہوگی۔

یہی وجہ ہے کہ آخری زمانے میں شام اسلام اور مسلمانوں کے لیے ایک محفوظ پناہ گاہ بنے گا اور یہی وہ مقدس مقام ہوگا جہاں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔

یاجوج وماجوج کی جائے قتل

قیامت سے پہلے سرزمین شام یاجوج وماجوج کی قتل گاہ بن جائے گی۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ثُمَّ يَسِيرُونَ حَتَّى يَنْتَهُوا إِلَى جَبَلِ الْخَمَرِ، وَهُوَ جَبَلُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، فَيَقُولُونَ: لَقَدْ قَتَلْنَا مَنْ فِي الْأَرْضِ هَلُمَّ فَلْنَقْتُلْ مَنْ فِي السَّمَاءِ، فَيَرْمُونَ بِنُشَّابِهِمْ إِلَى السَّمَاءِ، فَيَرُدُّ اللهُ عَلَيْهِمْ نُشَّابَهُمْ مَخْضُوبَةً دَمًا

ترجمہ: پھر یاجوج اور ماجوج چل پڑیں گے اور خمر نامی پہاڑ کے پاس جا پہنچیں گے اور یہ پہاڑ بیت المقدس والا پہاڑ ہے (جب وہاں پہنچیں گے) تو کہیں گے جو لوگ زمین پر تھے انہیں تو ہم قتل کر چکے، چلو اب جو آسمان پر ہے اُسے قتل کریں، یہ کہتے ہوئے وہ اپنے تیر آسمان

کی طرف پھینکیں گے تو اللہ ان کے تیروں کو خون کی طرح سُرخ کر کے اُن کی طرف پلٹا دے گا۔

خلاصہ کلام

معزز قارئین محترم! بلادِ شام کی فضیلت اور اہمیت پر اہلِ ایمان کو بار بار ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اس مقدس سرزمین کی طرف ہجرت کریں۔ قیامت تک شام کو اللہ کی نصرت اور مسلمانوں کی علمی وسیاسی قیادت کا مرکز قرار دیا گیا ہے۔ اس سرزمین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور امام مہدی کا ظہور بھی متوقع ہے۔ یہ تعلیمات اُمتِ مسلمہ کے عروج کے دوران شام کے اہم کردار کو واضح کرتی ہیں، جو اس کی تقدیر اور مستقبل کے حوالے سے فیصلہ کن ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ شام کے مسلمانوں کی مدد فرمائے۔ آمین

چار قیمتی چیزیں

محبت کے چار چیزیں ہیں: قابل ہیں مال، جان، آبرو، ایمان۔ لیکن جب جان پر کوئی مصیبت آئے تو مال قربان کرنا چاہیے اور آبرو پر کوئی آفت آئے تو مال اور جان دونوں کو۔ اور اگر ایمان پر کوئی ابتلاء آئے تو مال، جان، آبرو سب کو قربان کرنا چاہیے اور اگر ان سب کے قربان کرنے سے ایمان محفوظ رہتا ہے تو یہ سودا سستا ہے۔

محمد فیصل، محمد جنید، لیہ

حکیمانہ دعاء

ایک اعرابی ملتزم کے پاس کھڑا یوں دعا کر رہا تھا: یا اللہ! آپ کے جو حقوق مجھ پر ہیں وہ مجھے بخش دیجئے اور لوگوں کی ادائیگیاں مجھ پر لازم ہیں انہیں اپنے ذمہ لے لیجئے۔ آپ ہر مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور میں بھی مہمان ہوں لہٰذا آج کی رات جنت سے میری مہمان نوازی کیجئے۔ (کتابوں کی درسگاہ)

حافظہ میمونہ، کوٹ عبداللہ

آج کی تیاری

میمونہ بی بی

حدیث کہانی

"زنیشہ! عریشہ! کہاں ہو؟ کب سے ڈھونڈ رہی ہوں۔"

امی نے آواز لگائی۔

"ہر وقت تم موبائل ہی چلاتی رہنا، کبھی "اللہ اللہ" ہی کر لیا کرو!"

"جی امی! ان شاء اللہ کروں گی"

"تم ان شاء اللہ ہی کہتی رہنا کبھی کرنا نہیں"

"امی! مجھے کوئی ایسا ذکر مل جائے جس کا بہت زیادہ ثواب ہو۔"

"زنیشہ! ہر عمل کا ثواب زیادہ ہی ہوتا ہے، یہ تمہارے نہ کرنے کے بہانے ہیں"

عریشہ اور زنیشہ دو بہنیں تھیں۔ زنیشہ اپنی امی کو بہت تنگ کرتی تھی۔ ہر وقت موبائل کھیلنا اس کا کام تھا۔ اس کی امی ہر روز اسے سمجھاتی تھیں۔

"بیٹا! ہر وقت موبائل چلانا ٹھیک نہیں، کچھ اللہ کو بھی یاد کر لیا کرو۔ یہ دنیا دار فانی ہے، آخرت کی تیاری کر لیا کرو۔ کل قیامت کے دن پچھتانے سے بہتر ہے کہ آج کچھ کر لو!"

مگر وہ زنیشہ ہی کیا جو اپنی امی کی بات مان لے۔ ہر بات کے جواب میں بس کہتی۔

"ان شاء اللہ کروں گی۔"

ایک دن زنیشہ کی امی نے کہا۔

''عریشہ اور زنیشہ بیٹا! آج ثمینہ خالہ کے گھر بیان ہے، آپ دونوں چلی جانا، مجھے کچھ کام ہے۔''

زنیشہ کو بیان سننے کے لیے تیار دیکھ کر فرحت بیگم کو حیرت کا جھٹکا لگا، کیونکہ زنیشہ ایسی محفلوں میں کبھی نہیں جاتی تھی۔ اسے تو بس موبائل چاہیے ہوتا تھا۔

بیان میں جب اس نے یہ سنا:

''ہم یہاں عبادت کو یہ کہہ کر ٹالتے رہتے ہیں کہ ان شاءاللہ کل کریں گے، لیکن اگر کل موقع ہی نہ ملا تو کیا کریں گے؟ جو حسرت کل قیامت کے دن کافر اپنا نامہ اعمال دیکھ کر کریں گے۔

''کاش! ہم کچھ کر لیتے''

وہی حسرت آج کا غافل مسلمان بھی کرے گا۔''

یہی سننا تھا کہ زنیشہ کا دماغ سن ہو گیا۔ اس نے دل ہی دل میں ارادہ کر لیا کہ آج سے ہی اللہ کو یاد کرے گی۔

پھر باجی نے کہا۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص ایک دن میں یہ کلمہ ''لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد، وھو علی کل شیءٍ قدیر'' سو مرتبہ پڑھے گا، اس کے لیے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، اس کے سو گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، اور اس دن شام تک اس کی شیطان سے حفاظت کر دی جاتی ہے۔

قیامت کے دن کوئی شخص اس سے افضل عمل لے کر نہیں آئے گا، سوائے اس کے جس نے اس سے بھی زیادہ عمل کیا ہو۔''

یہ سن کر زنیشہ کو اپنی آخرت کی فکر ستانے لگی۔ اسے بہت خوشی ہوئی اور اس نے ہر روز یہ عمل شروع کر دیا۔

☆☆☆☆☆

قافلہ چل پڑا

حضرت مولانا محمد مسعود ازہر صاحب حفظہ اللہ

اللہ تعالیٰ نے ’’انسان‘‘ کو زمین پر اپنا ’’خلیفہ‘‘ بنا کر بھیجا...... اور اسے علم، قوت، ہمت اور صلاحیت کے بڑے بڑے خزانے عطاء فرمائے...... تھوڑا سا سوچیں ’’اللہ تعالیٰ کا خلیفہ‘‘، اللہ تعالیٰ کا نائب اللہ اکبر کبیرا...... زمین تو بہت چھوٹی سی جگہ ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی قوت عطاء فرمائی ہے کہ یہ ’’جنت‘‘ کو بھی فتح کر سکتا ہے...... آپ جانتے ہیں کہ جنت آسمانوں سے بھی اونچی اور بڑی ہے...... یہاں ہم حضرت مولانا ابو الحسن علی ندویؒ کی نقل فرمودہ ایک عبارت پڑھتے ہیں:

وقت کا فاتح

’’بڑوں بڑوں کا عذر یہ ہوتا ہے کہ وقت ساتھ نہیں دیتا اور سروسامان و اسباب کار فراہم نہیں، لیکن وقت کا عازم و فاتح اٹھتا ہے، اور کہتا ہے کہ اگر وقت ساتھ نہیں دیتا تو میں اُس کو ساتھ لوں گا، اگر سروسامان نہیں تو اپنے ہاتھوں سے تیار کرلوں گا، اگر زمین موافق نہیں، تو آسمان کو اُترنا چاہیے، اگر آدمی نہیں ملتے تو فرشتوں کو ساتھ دینا چاہیے، اگر انسانوں کی زبانیں گونگی ہوگئی ہیں تو پتھروں کو چیخنا چاہیے، اگر ساتھ چلنے والے نہیں تو کیا مضائقہ؟ درختوں کو دوڑنا چاہیے، اگر دشمن بے شمار ہیں تو آسمان کی بجلیوں کی بھی کوئی گنتی نہیں، اگر رکاوٹیں اور مشکلیں بہت ہیں تو پہاڑوں اور طوفانوں کو کیا ہوگیا کہ راہ صاف نہیں کرتے، وہ زمانہ کا

مخلوق نہیں ہوتا کہ زمانہ اُس سے اپنی چاکری کرائے، وہ وقت کا خالق اور عہد کا پالنے والا ہوتا ہے، وہ زمانہ کے حکموں پر نہیں چلتا بلکہ زمانہ آتا ہے تاکہ اس کی جنبش لب کا انتظار کرے، وہ دنیا پر اس لئے نظر نہیں ڈالتا کہ کیا ہے، جس سے دامن بھر لوں؟ وہ یہ دیکھنے کے لئے آتا ہے کہ کیا کیا نہیں ہے، جس کو پورا کروں“ (پرانے چراغ ص ۶۰ ج ۲)

آخری جملے پر بار بار غور کرنے کی ضرورت ہے...... میرے آقا مدنی ﷺ نے ارشاد فرمایا......

اسلام جب آیا تھا تو اجنبی مسافر کی طرح تھا...... اور پھر ایسا ہو گا کہ یہ اجنبی مسافر کی طرح ہو جائے گا پس خوشخبری ہو مسافرت کے بے کسوں کو...... ہاں بے شک زمانے کے فتنے اسلام کی آواز لگانے والوں کو اجنبی، بے کس مسافر بنا دیتے ہیں مگر یاد رکھنا یہ مسافر ہار ماننے والا نہیں...... اور یہ اجنبی ہمت ہارنے والا نہیں...... کچھ ہی عرصہ گزرتا ہے کہ یہ مسافر اپنے پاؤں کے چھالے سنبھالتے ہوئے اعلان کر دیتا ہے راستہ صاف کرو مسافر آرہا ہے...... اور پھر اسلام کی سچی آواز ہر سمت گونجنے لگتی ہے...... بات آگے بڑھانے سے پہلے اپنے دلوں کو روشن کرنے والا ایک منظر دیکھتے ہیں...... وہ دیکھیں

مکہ کے بازاروں میں

حضرت طارق بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں (مکہ کے) بازار ”ذی المجاز“ میں تھا کہ اچانک ایک نوجوان آدمی گزرا جس نے سرخ دھاریوں والا جوڑا پہنا ہوا تھا اور وہ یہ کہہ رہا تھا اے لوگو! ”لا الہ الا اللہ“ کہہ دو کامیاب ہو جاؤ گے...... اور اُس کے پیچھے ایک آدمی تھا جس نے اس نوجوان کی ایڑیوں اور پنڈلیوں کو زخمی کر رکھا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ اے لوگو! یہ جھوٹا ہے اس کی بات مت مانو! میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کسی نے کہا یہ بنی ہاشم کا نوجوان ہے جو اپنے آپ کو ”رسول اللہ“ بتاتا ہے اور دوسرا آدمی اُس کا چچا عبدالعزی (ابولہب) ہے:

دیکھا آپ نے ہمت کسے کہتے ہیں؟ اور آسمانی مدد زمین پر کیسے اُترتی

ہے؟...... کہاں وہ مکہ کا بازار...... اور کہاں آج ہر چند منٹ پر لاکھوں، کروڑوں مسجدوں کے میناروں سے بلند ہوتی ہوئی صدا...... لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ......

ساری دنیا کا نقشہ سامنے رکھیں اور پھر وقت کے فرق کو دیکھیں...... اس وقت بھی یقیناً کلمہ گونج رہا ہوگا اور اذان بلند ہو رہی ہو گی...... ہاں بے شک اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت قوت عطاء فرمائی ہے...... پورا قرآن مجید شروع سے لیکر آخر تک انسان کو کامیابی کی طرف بُلاتا ہے...... اور ''ہمت'' کا سبق پڑھاتا ہے...... یہی ''ہمت'' وہ بجلی ہے جو انسان کے دل اور دماغ میں بھر جائے تو پھر دنیا کی ہر چیز اُس کی غلام بن جاتی ہے...... پہاڑ اُس کے لئے راستہ چھوڑ دیتے ہیں، سمندر اُس کی خاطر میدان بن جاتے ہیں، ہوائیں اُس کے حکم پر طوفان اٹھاتی ہیں...... اور بادل اُس کے اشارے پر چلتے ہیں...... قرآن پاک کے مناظر کو دیکھو!...... یہ قصہ آدم علیہ السلام کیا ہے؟...... یہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت اور طوفان...... یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کی بھڑکتی آگ اور پھر تعمیر کعبہ...... یہ حضرت یعقوب علیہ السلام اور یہ زندان یوسف علیہ السلام...... یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا محو پرواز تخت اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں موم بنا لوہا...... ذوالقرنین کی تسخیر عالم تک چلے آئیے...... بات ایک ہی سمجھ آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''انسان'' کو کوئی معمولی چیز نہیں بنایا...... مگر اسی انسان کے اندر ایک آلہ لگا ہوا ہے وہ آلہ اگر لیک ہو جائے...... یعنی اس میں ایک یا کئی ایسے سوراخ ہو جائیں کہ انسان کی توانائی ضائع ہونے لگے تب یہ انسان جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے...... اس آلے کا نام ''نفس'' ہے...... اس میں چھوٹے چھوٹے سوراخ ہو جاتے ہیں...... مال کی خواہش، عزت کی خواہش، شہوات کی خواہش ...... جو اُن سوراخوں کو بند کر دے اور نفس کے اندر اللہ تعالیٰ نے ''ہمت'' کی جو بجلی اور طاقت رکھی ہے اُس کو ضائع نہ ہونے دے تو ایسا انسان...... زمین کا فاتح، جنت کا مستحق اور سعادتوں کا تاجدار بن جاتا ہے...... قرآن

پاک سمجھا رہا ہے......کان لگا کر سنیں......

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (الزمر ۲۲)

ترجمہ: بھلا جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے پس وہ اپنے رب کی طرف سے ایک نور پر ہے۔

اللہ اکبر کبیرا...... جی ہاں نور، روشنی، طاقت، پاور، بجلی...... جو بھی نام دے دیں......بجلی بہت کمزور سی چیز ہے اسی سے اس طاقتور ''نور'' اور ''پاور'' کو سمجھنے کی کوشش کریں جو اللہ تعالیٰ ایمان والے شخص کے دل میں عطاء فرماتا ہے...... بجلی آتی ہے تو بڑے بڑے کارخانے چلنے لگتے ہیں...... اور بجلی بند تو سب کچھ بند......

اللہ تعالیٰ جس کو ''شرح صدر'' کی نعمت عطاء فرمادیں اُس کے لیے کوئی کام اور کوئی منزل بھی مشکل نہیں رہتی...... اللہ تعالیٰ آپ میں سے کسی کو توفیق عطاء فرمائے تو وہ قرآن پاک میں ''شرح صدر'' کے معنیٰ کو سمجھنے کی کوشش کرے......سورہ طٰہٰ میں دیکھیں آیت (۲۵)......

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ''شرح صدر'' کی دعاء مانگ رہے ہیں......

سبحان اللہ! اتنے طاقتور فرعون کے مقابلے میں...... نہ فوج مانگی اور نہ ہتھیار بلکہ ''شرح صدر'' مانگا کہ...... یا اللہ میرا سینہ اس کام کے لئے کھول دے...... جی ہاں میرے دل میں روشنی، قوت، ہمت، طاقت، حوصلہ اور اپنی بجلی عطاء فرمادے...... سورہ انعام دیکھیں آیت (۲۵) اللہ تعالیٰ جسے ہدایت عطاء فرمانا چاہتے ہیں اُس کو ''شرح صدر'' کی نعمت عطاء فرماتے ہیں......سورہ انشراح دیکھیے پہلی آیت...... اللہ پاک اپنے پیارے محبوب پر احسان کا اعلان فرماتے ہیں کہ کیا ہم نے آپ کو ''شرح صدر'' کی نعمت عطاء نہیں فرمائی...... اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائے حضرت شاہ عبد العزیزؒ کو کہ انہوں نے ''تفسیر عزیزی'' میں ''شرح صدر'' کے معنیٰ پر کئی صفحات لکھے ہیں......آج ہم مسلمانوں کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے......کمی ہے تو اس بات کی کہ ہمارا سینہ بند ہے...... ہم ہمت اور بلند جذبے سے محروم ہیں...... اس لئے ہم میں سے اکثر نے مایوسی کی رسّی

اپنی گردن میں ڈال دی ہے...... جی ہم کچھ نہیں کر سکتے...... جی ہم کر ہی کیا سکتے ہیں؟......

بڑے بڑے لوگ مایوسی کا زہر اپنی تحریروں اور تقریروں میں بانٹ رہے ہیں...... کافروں کے سامنے جھک جاؤ کہ ان کا مقابلہ اب ممکن نہیں ہے...... سائنس اور ٹیکنالوجی کو سجدہ کرو کیونکہ وہ لوگ چاند اور مریخ تک پہنچ چکے ہیں...... کافروں کی دو ٹکے کی نام نہاد ترقی نے، بہت سے لوگوں کے عقائد اور نظریات تک کو اُلٹ کر رکھ دیا...... حالانکہ کفار کی طاقت نہ کوئی چیز ہے اور نہ اُن کی ترقی...... اسلام اب بھی زندہ ہے، قرآن پاک اب بھی زندہ ہے...... اور دیکھ لینا کہ بہت کم عرصہ میں اسلام کو ظاہری عروج بھی ایسا زبردست ملنے والا ہے کہ...... کفر کے سردار مسلمانوں کے بازاروں میں فروخت ہوں گے...... اس وقت مسلمانوں کو ''شرح صدر'' کی منزل پر لانے کی ضرورت ہے...... حضور اقدس ﷺ سے پوچھا گیا کہ...... ''شرح صدر'' کی علامت کیا ہے......

یعنی اگر ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''شرح صدر'' کی نعمت نصیب ہو جائے تو اُس کی پہچان کیا ہو گی...... آقا مدنی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) الانابة الی دار الخلود

(۲) والتجافی عن دار الغرور

(۳) والتأهب للموت قبل نزوله

سبحان اللہ...... حضرت آقا مدنی ﷺ نے مسئلہ ہی حل فرما دیا...... دنیا دار الغرور یعنی دھوکے کی جگہ ہے...... ایک انسان اگر اس حقیقت کو سمجھ لے اور اپنا وقت دنیا کی عارضی اور فانی چیزوں کو بنانے اور سنوارنے میں ضائع نہ کرے...... اور آخرت دار الخلود ہے یعنی ہمیشہ کا گھر ہے اگر انسان اس حقیقت کو سمجھ لے اور اپنی آخرت کے ہمیشہ ہمیشہ والے گھر کو بنانے اور سنوارنے میں لگ جائے...... اور موت آنے سے پہلے اس کی تیاری میں لگا رہے تو وہ یہ شخص ہے جس کو شرح صدر نصیب ہو جاتا ہے...... آج ساری دنیا کے فتنہ پرست کافروں کو دیکھ لیں...... ان کی پوری کوشش ہے کہ...... مسلمان دنیا داری میں پھنس جائے...... یہ

طرح طرح کے پیکج، یہ لائف اسٹائل اور ہر پھندا اور جال...... مسلمان دنیا میں پھنستا ہے تو کمزور بن جاتا ہے...... اور طرح طرح کے گناہ اُس پر حملہ آور ہو جاتے ہیں...... اور اُس کے دل سے ہر طرح کا ایمانی جوش، ایمانی ولولہ اور اونچے عزائم ختم ہو جاتے ہیں...... اسی چیز کو حضرت آقا مدنی ﷺ نے ''الوہن'' سے تعبیر فرمایا ...... دنیا کی محبت اور موت سے گھبراہٹ ...... یہ ''وہن'' جب مسلمانوں میں آجاتا ہے تو وہ دنیا بھر کی قوموں کا غلام اور تر نوالہ بن جاتے ہیں...... آج کفر کی تمام تر سیاست، معیشت، قوت اور طاقت اسی پر صرف ہو رہی ہے...... اور خود مسلمانوں میں ''منافقین'' کا وہ طبقہ طاقتور ہو چکا ہے جو...... مسلمانوں کو ''بلند ہمتی'' سے دور رکھنے کے مشن پر ہے...... ایسے وقت میں کوئی ایسی دعوت مسلمانوں کو اُن کی عظمت رفتہ واپس نہیں دلا سکتی جس میں ......قوت اور ہمت کا نسخہ نہ ہو...... آج الحمدللہ زمانے کی چال پر قابو پانے والا ''قافلہ'' وجود میں آچکا ہے...... اس قافلے کی طاقت ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پر یقین ہے......

یہی کلمہ کامیابی کا اصل راز اور وہ انسانی فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا ہے...... اقامتُ الصلوٰۃ اس قافلے کا شعار ہے...... نماز دراصل وہ عبادت ہے جو زمین و عرش کے فاصلوں کو سمیٹ دیتی ہے اور یہ انسانوں میں انسانیت پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے...... اور جہاد فی سبیل اللہ اس قافلے کا وہ راستہ ہے......جس پر چلتے ہوئے وہ دنیا اور آخرت میں اپنی منزل تک پہنچتا ہے...... الحمدللہ آواز لگ چکی ہے...... راستہ چھوڑ دو کہ اب مسافر چل پڑے ہیں......نہ جان کی پروا نہ مال کی فکر......نہ شکست کا ڈر اور نہ موت کی گھبراہٹ......نہ کچھ چھن جانے کا خطرہ اور نہ کچھ لُٹ جانے کا ڈر...... ارے جس کو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مل جائے اُسے اور کیا چاہئے......ہمیں حکم ہے کہ ہم اس کلمے پر جیئیں اور اس کلمے پر مریں...... دنیا کے سارے کفر نے مل کر وہ کونسا ہتھیار ایجاد کر لیا ہے جو موت سے زیادہ کوئی سزا دے

سکے...... ہاں اُن کے نزدیک موت آخری سزا ہے...... جبکہ ہمارے نزدیک موت پہلا انعام ہے...... اور موت ہی وہ دروازہ ہے جس سے گزر کر ہم اپنے رب کے اصلی انعامات تک پہنچتے ہیں...... اس دنیا کی حکومتیں اور یہاں کے مال و اسباب تو مسلمانوں کے قدموں کی خاک ہیں...... ماضی میں بھی ایمان و جہاد کے قافلے نے جب اپنا سفر شروع کیا تو دنیا کے خزانے اُس کے قدموں کی دھول بن گئے...... اور اب بھی الحمدللہ ایسا ہو رہا ہے...... اور آگے چل کر اس سے بھی انشاء اللہ بڑھ کر ہو گا...... میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

طوبیٰ للغرباء

مبارک باد ہو، خوشخبری ہو اُن اجنبی مسافروں کے لئے جو اجنبیت کے دور میں اسلام کے پیغام کو لے کر کھڑے ہوں گے......

پس اے بھائیو! جو زندگی گزر چکی وہ گزر چکی...... اب آگے کی زندگی کا ایک لمحہ ضائع نہ ہو...... اسلام کی عظمت کے لئے اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی سربلندی کے لئے...... صبح شام، رات دن محنت ہی محنت...... مکمل یقین کے ساتھ، مکمل شرح صدر کے ساتھ اور مکمل جذبے کے ساتھ...... اے بھائیو! اس بات کا خیال دل سے نکال دو کہ ہم نے اس دنیا سے کیا لینا ہے...... بس اس کا جذبہ دل میں بھر لو کہ ہم نے اس دنیا اور زمین کو وہ سب کچھ دینا ہے...... جس کی اس کو ضرورت ہے...... جی ہاں...... حضرات صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر...... اور اس اُمت کے کامیاب اسلاف اور فاتحین کے نقش قدم پر...... اور یاد رکھنا اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے...... اور یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے......

لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ...

اللھم صل علیٰ سیدنا محمد والہ وصحبہ وبارك وسلم تسلیما کثیرا کثیرا...

لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ...

☆......☆......☆

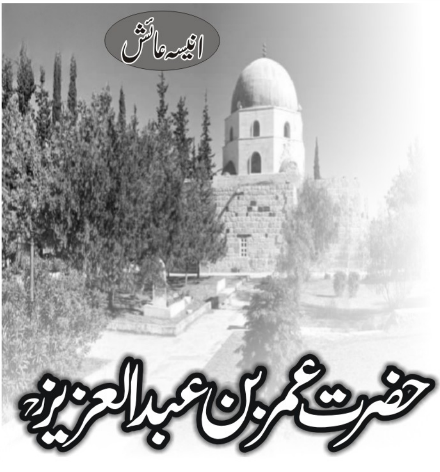

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

انیسہ عائش

اگر بزرگوں کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو ایک اہم نام حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا بھی ملتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اسلام کا عملی نمونہ تھے۔ ان کی شخصیت کی قابل ذکر خوبی ان کا عدل و انصاف اور ان کے عمدہ اخلاق تھے۔ ان سے بھی قبل حضرت عمر فاروقؓ ایک عادل حکمران گزرے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ان کے عدل کے قیام کی اس مماثلت کی وجہ سے ''عمرِ ثانی'' کا لقب دیا گیا ہے۔ متعدد مصنفین کے نزدیک آپ کی شخصیت کی عظمت کی بنا پر انہیں پانچواں خلیفۂ راشد گردانا گیا ہے۔

آپ سے پہلے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے خلافت کی۔ امام رجاء بن حیوہ، جنہیں کئی صحابہؓ کرام کی شاگردی کا شرف حاصل رہا، اس دور کے سب سے بڑے عالم تصور کیے جاتے تھے اور انہیں خلیفۂ وقت کا اعتماد حاصل تھا۔

جب خلیفہ سلیمان بن عبدالملک بسترِ مرگ پر اپنے بیٹے داؤد یا ایوب کو خلیفہ بنانا چاہ رہے تھے تو اس وقت امام رجاء بن حیوہ کی مداخلت اور مشاورت سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا نام طے پایا۔ خلیفہ نے مخالفت کے خوف کا اظہار کیا تو امام رجاء بن حیوہ نے ان کی ہمت بندھائی۔ بالآخر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ مقرر ہوئے۔

آپ نے جب مسندِ خلافت سنبھالی اس وقت شریعت کے اصولوں کی پابندی کا تصور کمزور پڑتا جا رہا تھا اور بادشاہت پروان چڑھ رہی تھی۔ اگرچہ خلیفہ سلیمان بن

عبدالملک نے اپنے دور میں اصلاح کے لیے کوششیں کیں، مگر اس دور کے علماء کو مطمئن نہ کر سکے۔

خلافت کے پہلے خطبے کے بعد شاہی سواری کی بجائے ذاتی خچر کو ترجیح دی۔

اصلاحات کا آغاز اپنے خاندان سے کیا اور تمام دولت بیت المال میں جمع کرائی۔

گزشتہ حکمرانوں کا قبضہ شدہ مال حقداروں تک پہنچایا اور ظالمانہ ٹیکس ختم کر دیے۔

خدا خوفی کا یہ عالم تھا کہ دن بھر امورِ خلافت سرانجام دینے کے باوجود راتوں کو اٹھ کر بارگاہِ الٰہی میں روتے۔

تقویٰ کی کیفیت یہ تھی کہ سرکاری باورچی خانے سے وضو کے لیے پانی گرم نہیں کرتے تھے۔ خلافت سے پہلے خوش پوشاک کہلائے جانے والے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس ایک ہی لباس رہ گیا تھا جسے دھو دھو کر پہنتے۔

انہوں نے ڈھائی سال حکومت کی، مگر اس مختصر عرصے میں ترقی اور خوشحالی کا یہ عالم تھا کہ زکوٰۃ اور صدقات کا مال آتا، مگر کوئی حقدار نہ ملتا، کوئی ضرورت مند میسر نہ آتا۔

آپ کی حکومت کا اصول مساوات اور عدل و انصاف پر مبنی تھا۔ آپ نہ صرف ملکی بلکہ معاشرتی اور ذاتی زندگی میں بھی اسی اصول پر عمل پیرا رہے۔

جب بنو اُمیہ کے دوسرے خلفاء نے وفات پائی تو لاکھوں، کروڑوں دینار ترکے میں چھوڑے، جبکہ آپ کی وفات کے وقت کل سترہ دینار تھے، جو کفن دفن کے اخراجات پر خرچ ہونے کے بعد دس دینار رہ گئے اور وہ ورثاء میں تقسیم ہوئے۔ غرض حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دورِ خلافت مکمل طور پر اسلامی طرزِ حکمرانی کا عکس تھا۔

موجودہ دور کے حکمرانوں کے لیے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ قابل تقلید نمونہ ہیں۔ اگر آج ہم اپنے ماضی کے کامیاب حکمرانوں کے طریقوں کو اپنائیں تو وہ دن دور نہیں جب کامیابی ہمارے قدم چومنے لگے اور ترقی ہمارے گھر کی لونڈی بنے۔

اللہ تعالیٰ حکمرانِ وقت کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے نقشِ قدم پر چلنے والا بنائے۔ آمین

☆......☆......☆

مچھلیاں

حافظ صدیقہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے شمار مخلوقات میں سے ایک مچھلیوں کو آپ بڑی آسانی سے پہچان لیتے ہیں لیکن شاید یہ بات آپ کو معلوم نہ ہو کہ مچھلیاں دریاؤں، تالابوں اور سمندروں میں زمانۂ قدیم سے موجود ہیں۔ آج ہم ان مچلیوں کے متعلق معلومات پڑھیں گے۔ ایک تحقیق کے مطابق دنیا کی تمام مچھلیاں ہڈی دار حیوانات سے پہلے پانی میں پائی جاتی تھیں۔ آج بھی سائنس دانوں کے خیال میں مچھلیوں کی پچیس ہزار قسمیں دنیا میں موجود ہیں اور مچھلیوں کی تعداد اور دوسرے حیوانات سے کہیں زیادہ ہے۔

ہندوستان میں بھی مچھلیوں کی تقریبادو ہزار سے زائد قسمیں پائی جاتی ہیں۔

آپ کہیں گے کہ مچھلیوں کی تعداد اس قدر زیادہ کیوں ہے تو اسکی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ مچھلیاں ساری دنیا میں ہر قسم کے پانی میں زندہ رہ سکتی ہیں۔ مثلاً بہت اونچے پہاڑوں پر جہاں جھیلوں میں ہوا کا دباؤ بہت کم ہوتا ہے اور دوسری جانب سمندر کی گہری تہوں میں مثلاً تیس ہزار فٹ کی گہرائی پر بھی جہاں پانی کا دباؤ بہت زیادہ پایا جاتا ہے، یہ ندہ رہتی ہیں۔

اور ایسے ہی بہت زیادہ ٹھنڈے پانی میں بھی جہاں کا درجہ حرارت نقطہ انجماد سے بھی کم ہوتا ہے۔

اس شدت کے ٹھنڈے پانی میں بھی زندہ رہتی ہیں۔ اس کے برخلاف اس پانی میں جس کا درجہ حرارت گرم ہوتا ہے۔

پانی انتہائی کڑوا ہو مچھلیاں وہاں بھی زندہ رہتی ہیں۔ اس طرح جہاں پانی ہے وہاں مچھلیاں پائی جاتی ہیں۔

مچھلیوں کا جسمانی قد اور وزن حیرت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ مثال کے طور پر دنیا میں سب سے چھوٹی مچھلی کی لمبائی تقریبا دس ملی میٹر سے زیادہ بھی پائی گئی ہے جبکہ بڑی مچھلی شارک مچھلی کو سمجھا جاتا ہے جس کی لمبائی تقریبا سولہ میٹر تک ہوتی ہے۔

اسی طرح سب سے کم وزن کی مچھلی ایک گرام سے کم وزن کی ہے اور زیادہ وزن والی مچھلی میں شارک مچھلی سمجھی جا تی ہے جو چوبیس ٹن تک کی ہوتی ہے۔

سالمن مچھلی تقریبا ایک سال زندہ رہتی ہے جبکہ مچھلوں کی عمر عام طور پر دس برس یا اس سے کچھ کم ہوتی ہے۔

مچھلی کی عمر کا اندازہ آپ ان کے اسکیلس کو دیکھ کر کر سکتے ہیں جس طرح آپ درختوں کی عمر کا اندازہ کرتے ہیں۔

مچھلیوں کے تیرنے کی رفتار کا ذکر بھی یہاں دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

مثال کے طور پر آپ رہو مچھلی سے واقف ہیں وہ ایک گھنٹہ میں بارہ کلومیٹر کا سفر طے کرتی ہے جبکہ باربل، مچھلی ایک گھنٹے میں اٹھارہ کلومیٹر تک جا پہنچتی ہے۔

ٹراوٹ مچھلی ان دونوں سے تیز رفتار ہے اور وہ ایک گھنٹے میں ۳۵ کلومیٹر کا سفر کرتی ہے ان میں سب سے زیادہ تیز رفتار دوتلوار (سر دشت) ہے جس کے سفر کرنے کی رفتار ایک گھنٹے میں نوے کلومیٹر ہے۔

مچھلیوں میں بجلی پیدا کرنے والے اعضاء بھی پائے جاتے ہیں جو ان کی حفاظت کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جب جب دوسرے دوسرے حیوانات ان کے قریب آتے ہیں یا نقصان پہنچاتے ہیں تو انہیں بجلی کا جھٹکا لگتا ہے۔

مثال کے طور پر اپیل مچھلی میں جھٹکا کم طاقت کا ہوتا ہے۔ جبکہ الیکٹرونورس اپیل مچھلی میں جھٹکے کی طاقت پانچ سو پچاس وولٹ تک پائی گئی ہے۔

یہ دوسرے پانی میں پائے جانے

والے حیوانات سے خطرناک ثابت ہوتی ہے۔ یہی اعضاء سمندر کی گہرائیوں میں پائی جانے والی مچھلیوں میں روشنی پیدا کرنے والے اعضاء کے طور پر پائے جاتے ہیں۔

مثلاً کچھ شارک مچھلیاں ایسی پائی گئی ہیں جن کے جسم میں ایسے اعضاء پھیلے ہوئے ہیں جن کی روشنی میں سمندر کا گہرا ماحول روشن ہو جاتا ہے کیونکہ سمندر کی اس قدر گہرائی تک سورج کی روشنی نہیں ہوتی اور وہاں اندھیرا ہوتا ہے اس کی مدد سے مچھلیاں اپنے شکار یا دشمن کو باآسانی دیکھ سکتی ہیں۔

مچھلیاں پورے سال اپنے مخصوص مہینوں میں اپنی نسل کو بڑھانے کے لئے سمندر کی گہرائی میں یا پانی کی سطح پر بچے دیتی ہیں یا ساحلی پانی میں چلی جاتی ہیں۔

زندگی کا اکثر حصہ دریاؤں میں گزارتی ہیں لیکن نسل بڑھانے کے لئے ہزاروں میل کا سفر طے کر کے سمندر میں پہنچ جاتی ہیں۔

مچھلیاں انڈے بھی دیتی ہیں اور بچے بھی بعض شارک مچھلیاں ایک سال میں صرف دو انڈے دیتی ہیں جبکہ سٹرچین مچھلی ایک سال میں ساٹھ لاکھ انڈے دے سکتی ہیں۔

اسی طرح کاڈ کے انڈوں کی تعداد ایک سال میں پندرہ لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔ اور ٹرباٹ، مچھلی کے انڈوں کی تعداد تو ایک سال میں اسی لاکھ سے زائد بتائی جاتی ہے۔

ان سب میں مولو نامی مچھلی سب سے آگے ہے، کیونکہ یہ ایک سال میں تقریباً ڈھائی کروڑ انڈے دیتی ہے لیکن کئی عام مچھلیوں کے انڈوں کی تعداد کہیں کم پائی گئی ہے۔

لیکن اس قدر دلچسپ عادتوں والی مچھلیاں مقدار کے اعتبار سے سب سے زیادہ فلپائن اور جاپان کے درمیان واقع سمندر سے پکڑی جاتی ہیں۔

☆......☆......☆

وقت کی قیمت

دانیال حسن چغتائی

گاؤں کے کچے راستوں پر دھوپ اپنی پوری آب و تاب سے پھیل چکی تھی۔

کھیتوں میں کسان ہل چلا رہے تھے، کہیں پانی کی نہریں بہہ رہی تھیں اور کہیں بچے کھیل کود میں مگن تھے۔ انہی بچوں میں سے ایک انور تھا۔

انور گاؤں بھر میں ضدی اور لاپرواہ لڑکے کے طور پر جانا جاتا تھا۔ لوگ اُسے پیار سے ''انو'' کہتے لیکن یہی لاڈ اور ناز اس کی عادتوں میں بگاڑ پیدا کر چکے تھے۔ وہ کسی کی بات بھی نہیں سنتا تھا۔ ہر کام کو وہ معمولی سمجھ کر چھوڑ دیتا اور کہتا: ابھی تو بہت وقت پڑا ہے، بعد میں کرلوں گا۔

سکول کا سبق ہو، کھیتوں میں باپ کا ہاتھ بٹانا ہو یا گھر کے چھوٹے موٹے کام، انور ہمیشہ تاخیر کرتا۔ جب وقت قریب آتا تو پھر ہڑبڑاہٹ میں دن رات ایک کر دیتا۔ مگر تب اس کے ہوش ٹھکانے لگ جاتے لیکن عقل پھر بھی نہیں آتی تھی۔ اکثر وہ بخار یا تھکن سے بیمار پڑ جاتا۔

انور ذہین ضرور تھا لیکن وقت کی قدر نہ جاننے کے باعث اس کی محنت اکثر ضائع ہو جاتی۔ وہ آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا۔ اُسے یقین تھا کہ جیسے پچھلی جماعتیں بغیر زیادہ محنت کے پاس کر گیا، اسی طرح آٹھویں بھی گزر جائے گی۔

لیکن جب امتحانات سے ایک ماہ پہلے اُس نے کتابیں اٹھائیں تو دل بیٹھنے لگا۔ ہر سبق پہاڑ لگ رہا تھا۔ ماں باپ نے اُسے سمجھایا، پھر استاد سے ٹیوشن لگوائی۔ مگر اب دیر ہو چکی تھی۔ یاد کی ہوئی چیزیں اگلے دن بھول جاتا۔

استاد بھی تھک ہار کر کہتے۔

''انو! یہ سب وقت پر پڑھنے کی چیزیں ہیں۔ آخری لمحے کی دوڑ کا کھلاڑی اکثر ناکام رہتا ہے۔''

انور کی راتوں کی نیند اڑ گئی۔ کھانے کو دل نہ کرتا۔

ہر وقت یہی سوچتا رہتا کہ اگر فیل ہو گیا تو سب کے سامنے کیا منہ دکھائے گا؟

امتحان والے دن پہلی مرتبہ وہ فجر کے وقت اٹھا۔ وضو کیا، نماز پڑھی اور امی ابو سے دعا لی۔ دل میں لرزہ طاری تھا۔

اس نے وعدہ کیا کہ اب سے پانچ وقت نماز ضرور پڑھوں گا۔

امتحان گزر گئے۔ اب نتیجے کا انتظار تھا۔ جب بھی رزلٹ کا ذکر ہوتا انور کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی۔

آخر کار وہ دن بھی آ گیا جب نتائج کا اعلان ہونا تھا۔ سکول کے صحن میں ہجوم تھا۔ بچے خوشی سے ایک دوسرے کو گلے لگا رہے تھے۔ کچھ رو رہے تھے۔

انور نے اپنا نام دیکھا تو اس پر فیل لکھا تھا۔ وہ نہ صرف فیل ہوا تھا بلکہ سب سے کم نمبر بھی اس کے تھے۔

اس کی دنیا جیسے اجڑ گئی۔ قدم لڑکھڑاتے ہوئے گھر کے دروازے تک پہنچا۔

اندر جانے کی بھی ہمت نہ ہوئی۔ چوکھٹ پر بیٹھ کر آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ ماں باپ نے دیکھا تو فوراً باہر آئے۔ ماں نے اُسے سینے سے لگا لیا۔

''بیٹا! رونا نہیں، یہ ناکامی بہت کچھ سیکھنے کو کافی ہے''

''امی! میں ناکام ہو گیا۔ میں نے سب کو شرمندہ کر دیا۔

میں دوستوں کا سامنا کیسے کروں گا۔ میں اب کبھی سکول نہیں جاؤں گا!''

ابو نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور نرم لہجے میں بولے۔

''انو بیٹا! ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔

وقت پر کیا گیا کام بوجھ نہیں لگتا۔ تم نے محنت کی مگر دیر سے کی۔ اگر یہی محنت وقت پر کرتے تو آج نتیجہ مختلف ہوتا مگر ہم خوش ہیں کہ تم نے سبق سیکھ لیا ہے۔ یاد رکھو، کامیابی اکثر ناکامی کے بعد ہی آتی ہے۔"

انور نے آنسو پونچھے اور ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"ابو! کیا مجھے دوبارہ آٹھویں جماعت پڑھنی پڑے گی؟"

"جی ہاں، بیٹا! کیوں نہیں؟ ہم نہیں چاہتے کہ تم ایک چھوٹی سی ناکامی سے ہار مان لو۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم وقت کی قدر کرنا سیکھو اور اگلی بار سب کا نام روشن کرو!" ابو مسکرا کر بولے۔

انور نے دل میں عہد کیا کہ زندگی کا ہر لمحہ قیمتی ہوتا ہے۔ ٹال مٹول انسان کو پیچھے دھکیل دیتی ہے۔ وقت کی پابندی اور مستقل مزاجی ہی کامیابی کی اصل کنجی ہے۔

☆......☆......☆

پیارے مسلمان بچو! یہ کہانی ہمیں یہی سبق دیتی ہے کہ جیسے انور نے اپنی غلطیوں سے سیکھا، ہمیں بھی چاہیے کہ نماز کی پابندی کریں اور اپنے ہر کام کو اُس کے مقررہ وقت پر انجام دیں۔ وقت کا ضیاع دراصل زندگی کا ضیاع ہے۔

☆......☆......☆

کوپن برائے "وہ کون تھا؟"

نام:..............................

ولدیت:..............................

مکمل ایڈریس:..............................

تعلیم:..............................

جواب:..............................

ہدایات: (انعام بذریعہ قرعہ اندازی دیا جائے گا اور ایک کوپن ایک ہی ساتھی کی طرف سے قبول کیا جائے گا اور جواب بغیر کوپن کے قبول نہیں کیا جائے گا)

سلطان سلیمان اعظم

ہمشیرہ محمد رفیق

سلطان سلیمان چھبیس برس کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔

وہ بہت رحم دل تھا اور اس کے انصاف کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔

اُسے دن رات رعایا کی فلاح و بہبود کا خیال رہتا تھا۔

اُس زمانے میں ہنگری کی سرحدیں ترکی کے ساتھ ملتی تھیں۔

سلطان سلیمان نے ہنگری کے بادشاہ لوئی ثانی کے پاس اپنے سفیر بھیجے اور اُس سے خراج کا مطالبہ کیا۔

جس کی ادائیگی کا وہ پہلے وعدہ کر چکا تھا۔

شہنشاہ لوئی ثانی نے سلطان سلیمان کے سفیروں کو قتل کروا دیا۔

یہ خبر سن کر سلطان کو بڑا غصہ آیا اور فوراً ہنگری کی فتح کے لیے روانہ ہو گیا۔

سلطان نے بلغراد کو گھیرے میں لے لیا۔ سات روز کی گولہ باری کے بعد بلغراد فتح ہو گیا۔ وہاں کے سب سے بڑے گرجے میں نماز ادا کی گئی۔

بلغراد میں ایک فوجی دستہ متعین کیا گیا اور قلعہ مضبوط کر کے سلطان قسطنطنیہ واپس آیا۔ اب ہنگری میں داخل ہونے کے تمام

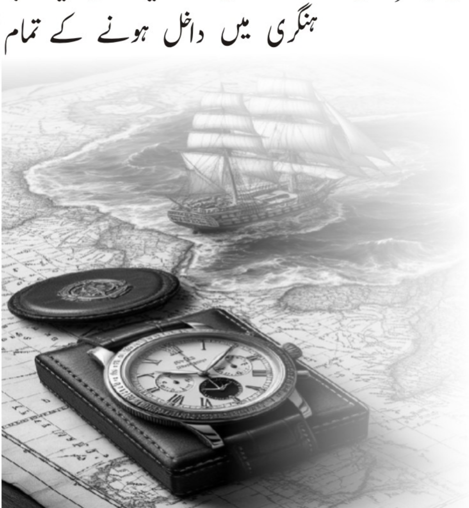

دروازے کھل چکے تھے۔

وہ چاہتا تو فوراً ہنگری پر دھاوا بول سکتا تھا، لیکن اس سے پہلے اُس نے جزیرہ روڈس کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔

جزیرہ روڈس پر عیسائیوں کی حکومت تھی اور اُن کے جہاز بحیرہ روم اور اناطولیہ کے ساحلوں پر لوٹ مار کرتے رہتے تھے۔

چنانچہ سلطان نے تین سو جہازوں کا بیڑا قسطنطنیہ سے روانہ کیا اور خود ایک لاکھ فوج کے ساتھ ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل سے بڑھتا ہوا روڈس کے ساحل پر اُترا۔

قریباً پانچ مہینے کی مدافعت کے بعد عیسائیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔

جب ادھر سے اطمینان ہو گیا تو سلطان نے ہنگری پر حملہ کیا۔ سلطان کے ساتھ تین سو توپیں اور ایک لاکھ فوج تھی۔ 28 اگست 1526ء کو موہاکز کے میدان میں ہنگری کی فوج سے مقابلہ ہوا۔

یہ لڑائی دو گھنٹے سے بھی کم جاری رہی اور ہنگری کو شکست فاش ہوئی۔ چوبیس ہزار ہنگری سپاہی اور سردار مارے گئے اور شہنشاہ لوئی ثانی بھی دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔

سلطان سلیمان ہنگری کے پایۂ تخت بوڈاپیسٹ پہنچا تو شہریوں نے شہر کے دروازے کھول دیے اور ہنگری کے امیروں وزیروں نے سلطان کی اطاعت قبول کر لی۔ شہنشاہ لوئی کی کوئی اولاد نہ تھی، اس لیے امیروں کے مشورے سے سلیمان نے وہاں کے ایک سردار ”زاپولیہ“ کو بادشاہ بنا دیا۔

سلطان سلیمان کے قسطنطنیہ واپس آنے کے بعد، آسٹریا کے شہنشاہ چارلس پنجم کے بھائی فرڈی نینڈ نے ہنگری کے تخت کا دعویٰ کیا۔ اُس نے زاپولیہ کو شکست دے کر ملک سے نکال دیا تو زاپولیہ نے سلطان سلیمان سے امداد کی درخواست کی۔

سلطان دوبارہ قسطنطنیہ سے روانہ ہوا اور بوڈاپیسٹ کا محاصرہ کیا۔ چھ روز میں شہر فتح ہو گیا، زاپولیہ کو دوبارہ تخت پر بٹھا دیا گیا اور سلطان سلیمان آسٹریا کے پایۂ تخت ویانا کی طرف بڑھا، جہاں چارلس پنجم کی فوج سے مقابلہ ہوا۔ ترکوں کو اپنی بڑی بڑی توپیں ہنگری میں ہی چھوڑنی پڑی تھیں۔

اب انہوں نے یہ تدبیر سوچی کہ سرنگیں کھود کر قلعے کی فصیلیں گرائی جائیں۔ اگرچہ کئی جگہ فصیلوں میں شگاف ہو گئے، مگر ترک فوجیں شہر میں داخل نہ ہو سکیں۔ موسم بھی بہت خراب ہو گیا اور ترک سپاہی ایسے موسم کے عادی نہ تھے، اس لیے سلطان نے محاصرہ اٹھا لیا۔

سلطان نے ہنگری کو کئی صوبوں میں تقسیم کر کے وہاں ترک فوجیں اور گورنر مقرر کر دیے۔ نتیجتاً شہنشاہ چارلس اور فرڈی نینڈ نے صلح کی درخواست کی، جس میں صدر جمہوریہ وینس، پوپ اور شاہ فرانس بھی شامل ہوئے۔ یوں سارے ہنگری پر سلطان سلیمان کا قبضہ تسلیم کر لیا گیا۔

سلطان سلیمان کے دور میں خیر الدین پاشا ترکی بحری بیڑے کا امیر البحر تھا، جس نے کئی جزیرے فتح کر کے سلطنت عثمانیہ میں شامل کیے۔

اُس نے بحیرہ روم، بحیرہ احمر اور بحرِ ہند میں ترکی کی بحری طاقت کو عروج پر پہنچا دیا۔ اس وقت پرتگالی مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا رہے تھے۔

وہ مشرقی ملکوں کے ساتھ تجارت کے بہانے عرب جہازوں پر حملے کرتے اور لوٹ مار کرتے رہتے تھے۔

جب سلطان سلیمان نے یہ خبریں سنیں تو اسے پرتگالیوں کی اس جرات پر سخت غصہ آیا۔ اس نے ایک بیڑا ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔

اس بیڑے نے پہلے عدن کو پرتگالیوں کے قبضے سے آزاد کرایا، پھر دشمن کے بحری بیڑے کو گرفتار کر لیا۔ اس طرح پرتگالیوں کی لوٹ مار کا بڑی حد تک خاتمہ ہو گیا۔

ہنگری میں فرڈی نینڈ کی وفات کے بعد، اس کے جانشین میکس میلین ثانی نے زاپولیہ کے لڑکے کو تخت سے اتارنے کے لیے کئی قلعے فتح کر لیے۔

جب سلطان سلیمان کو یہ خبر ملی تو اُس نے خود میدان میں آنے کا فیصلہ کیا۔ اُس وقت اس کی عمر 76 سال تھی اور کمزوری و بیماری کی وجہ سے وہ گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتا تھا، اس لیے پالکی میں سفر کیا۔

وہ ہنگری کے کئی قلعے فتح کرتا ہوا مشہور قلعہ ''زیگیٹ'' کے سامنے پہنچا۔

یہاں کے حاکم نے سیاہ جھنڈا بلند کر کے قسم کھائی کہ جب تک ایک سپاہی بھی زندہ ہے ہتھیار نہ ڈالے گا۔ ترکوں نے تین بار حملہ کیا، مگر ہر بار ناکام ہوئے۔ آخر انھوں نے قلعے کے بڑے برج کے نیچے سرنگ کھود کر بارود بھرا اور آگ لگا دی۔ اوپر سے گولہ باری کی تو قلعہ فتح ہو گیا۔

اس کے تین دن بعد سلطان سلیمان کا انتقال ہو گیا۔ وزیرِ اعظم نے یہ خبر پوشیدہ رکھی اور سلطان کے نام سے احکام جاری کرتا رہا، مگر خفیہ طور پر شہزادہ سلیم کو اطلاع دے دی۔ سلطان کی لاش کو حنوط کر کے سات ہفتے تک چھپایا گیا، یہاں تک کہ شہزادہ سلیم قسطنطنیہ میں تخت نشین ہو گیا۔ پھر فوج کے سامنے سلطان کی وفات کا اعلان کیا گیا۔

سلطان سلیمان کے عہد میں سلطنت عثمانیہ اپنی وسعت، قوت اور خوشحالی کے عروج پر تھی۔

اس کا رقبہ چالیس ہزار مربع میل سے زیادہ تھا اور اس میں یورپ، ایشیا اور افریقہ کے بہت سے علاقے شامل تھے۔

بہادری، شجاعت اور فوجی صلاحیت کے ساتھ ساتھ سلطان کو عمارتوں کا بھی خاص شوق تھا۔

اُس نے قسطنطنیہ، بغداد، دمشق اور دیگر شہروں میں خوبصورت و عالی شان عمارتیں تعمیر کرائیں۔

کئی مسجدیں بنوائیں، قسطنطنیہ میں ایک بڑی نہر کھدوائی اور مکہ مکرمہ کی نہروں کی مرمت کروائی۔ سلطنت کے بڑے شہروں میں ہسپتال اور پل تعمیر کرائے۔

سلطان علم و ادب کا قدر دان تھا، خود بھی شاعر و ادیب تھا۔ اُس کا جنگی روزنامچہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

اُس نے کئی مدارس و کالج تعمیر کرائے اور علما کے منصب میں اضافہ کیا۔ اس نے یہ قانون بنایا کہ علما کی جائیداد کبھی ضبط نہ کی جائے۔

غرض، سلطان سلیمان اعظم ہر لحاظ سے ترکوں کا ایک عظیم شہنشاہ تھا۔

☆......☆......☆

پُل کیسے بنے؟

حافظ محمد احسان

آج سے برسوں پہلے جب آبادیاں کم تھیں اور لوگ زیادہ تر جنگلوں میں آباد تھے تو ان کے لیے آس پاس کی دوسری بستیوں میں رہنے والوں سے ملنا جلنا بہت مشکل تھا۔

کیونکہ ان کے پاس نہ ریلیں تھیں نہ موٹر گاڑیاں اور تو اور بڑے بڑے ندی نالوں اور دریاؤں کو پار کرنے کے لیے پل بھی نہیں تھے۔ کھانے پینے کی چیزوں کی تلاش میں جہاں کہیں انہیں جانا ہوتا مویشیوں کو ہانکتے ہوئے پیدل ہی چل پڑتے اور اگر راستے میں ندی نالہ آ گیا تو بس یہ وہیں کے ہو رہتے۔

اس لیے پہلے پہل دنیا میں جہاں کہیں بھی آبادی ہوئی وہ بڑے بڑے دریاؤں اور ندی نالوں کے کناروں پر ہی ہوئی۔

پرانے لوگ چاند، سورج، آگ اور پانی سے ڈرتے تھے اور دیوتا سمجھ کر ان کی پوجا کیا کرتے تھے۔ مگر ان میں بھی چند ایسے من چلے موجود تھے جو کبھی کبھی دریا میں کود کر پار اتر جاتے۔ لیکن ہر ایک میں یہ جرات کہاں؟ اور جو کہیں ایسا کر بھی لیتے تو مال اسباب اور بیوی بچوں کو دوسرے کنارے کیونکر لے جاتے؟

اسی زمانے کی بات ہے کہ کچھ لوگ کسی ندی کے کنارے ڈیرے ڈالے پڑے تھے۔ ندی کا پاٹ اچھا خاصا چوڑا تھا۔ دونوں کناروں پر اونچے اونچے درخت تھے، جن کے پھلوں پر ان لوگوں کا گزارا تھا۔

اس علاقے میں بندر بہت پائے جاتے تھے جو ہر وقت اودھم مچائے رکھتے تھے۔ ندی کے جس کنارے یہ لوگ ٹھہرے

ہوئے تھے وہاں پھل ختم ہو چکے تھے مگر کیا کرتے گھاس پات پر گزارہ کرتے رہے۔

ایک دن عجیب تماشا ہوا۔ ایک بوڑھا بندر درخت کی ایک موٹی سی شاخ سے لٹک گیا۔

دوسرے بندر نے اس کی دم پکڑلی اور یوں ایک لمبی ڈوری بنا کر وہ ندی کے دوسرے کنارے تک پہنچ گئے۔

جو بندر سب سے آگے تھا، اس نے اچھل کر دوسرے کنارے کے ایک درخت کی شاخ پکڑ لی اس کنارے پر جو بندر تھا اس نے اپنی شاخ چھوڑ دی اس طرح یہ سب بندر آسانی سے ندی کے پار جا پہنچے اور مزے سے پکے پکے پھل کھا کر پہلے کی طرح لوٹ آئے وہ ہر روز یونہی کرتے۔

یہ لوگ بڑے غور سے بندروں کی حرکتیں دیکھتے تھے۔ ان کے لیے یہ تو مشکل تھا کہ ایک دوسرے کی ٹانگ پکڑ کر ندی میں لٹک جاتے۔ مگر تازہ پھل حاصل کرنے کے لیے وہ اس پار جانا بھی چاہتے تھے۔

پانی کا بہاؤ تیز تھا اور ندی کا پاٹ بہت چوڑا۔ تیر کر اس پار جانا آسان نہ تھا اور پھر بوجھ اٹھا کر تیر بھی کیونکر سکتے تھے؟ آخر بہت کچھ سوچنے کے بعد انہوں نے ایک ترکیب ڈھونڈ نکالی اور درختوں کے مضبوط مضبوط تنوں کو آپس میں جوڑ کر ندی پر ایک پل سا باندھ دیا۔

کہتے ہیں پہلے پہل پل اسی طرح بنے اور دریاؤں اور ندیوں کے آر پار رہنے والے لوگوں میں میل ملاپ شروع ہوگیا۔

چھوٹے چھوٹے ندی نالے تو درختوں کے دو ایک تنے ملا کر پار کر لیے جاتے لیکن بڑے بڑے دریاؤں کو کیسے پار کیا جاتا؟

وقت گزرتا گیا۔ آدمی طرح طرح کے خیال باندھتے رہے۔

آخر یہ ترکیب نکالی گئی کہ بہت سی کشتیوں کو ملا کر آپس میں باندھ لیا جاتا اور ان پر گھاس پھونس ڈالنے سے بڑی بڑی بوجھل بیل گاڑیوں اور فوجوں کے گزرنے کے لیے راستہ بنالیا جاتا۔

آج بھی جنگ کے زمانے میں سپاہیوں کو ندی نالے عبور کرنا پڑیں تو وہ کئی ایک کشتیوں یا لکڑی کے بہت سے تختوں کو آپس میں ملا کر پانی پر چھوڑ دیتے ہیں اور

فوجیں بڑی آسانی سے پار چلی جاتی ہیں یہی نہیں بلکہ بوجھ لے جانے والی بڑی بڑی گاڑیاں او بڑی گاڑیاں اور موٹریں بھی گزر جاتی ہیں۔ مدت تک دنیا کے مختلف حصوں میں ایسے ہی پل باندھے جاتے تھے۔

جب ایک ملک والوں نے ایسا پل بنایا تو دوسرے ملک والوں نے ان کی دیکھادیکھی اور مضبوط پل بنانے کی کوشش کی اور اب دنیا میں پتھر اور اینٹ کے بڑے بڑے پکے پل کھڑے کیے جانے لگے۔

جہاں کہیں پانی کی گہرائی یا کسی اور وجہ سے ستون کھڑے نہ کیے جاسکے وہاں لوہے اور دوسری دھاتوں کے رسے آر پار باندھ دیئے گئے۔ ان پلوں کی شکل بالکل بندروں کے پل سے ملتی ہے۔

جب انسان نے ریل گاڑیاں اور موٹریں بنالیں اوران کے لیے پکی سڑکیں بھی بن گئیں تو زیادہ مضبوط اور پختہ پل بنانے کی ضرورت ہوئی۔

پہلے پہل تو ندی نالوں پر پیدل چلنے والوں یا بوجھ سے لدی پھندی گاڑیاں لے جانے والوں کے لیے پل بنائے جاتے تھے لیکن اب گہری گہری پہاڑی گھاٹیوں اوراونچے اونچے پہاڑوں کو پار کرنے کے لیے پل بنانے پڑے۔

بھلا ایسی جگہوں پر کشتیاں جوڑ کر پل کیسے بنائے جاتے ان کے لیے لوہے کے بڑے بڑے مضبوط شہتیر استعمال کیے گئے اوراب اتنی اتنی بوجھل ریل گاڑیاں آسانی کے ساتھ پلوں پر سے گزرجاتی ہیں۔

کئی شہروں میں ایسے پل بھی بنائے گئے ہیں جہاں اوپر تو ریل گاڑی چلتی ہے اور نیچے عام لوگ موٹروں اور تانگوں میں گزرجاتے ہیں ان پلوں پر پکی سڑکیں اس خوب صورتی سے بنائی گئی ہیں کہ بعض لوگ صرف سیر کے شوق میں آجمع ہوتے ہیں۔

بڑے بڑے شہروں میں جہاں مال و اسباب کو بڑی بڑی کشتیوں اور جہازوں کے ذریعے لے جایا اور لایا جاتا ہے وہاں نرالی قسم کے پل بنائے جاتے ہیں جو ضرورت کے وقت اوپر اٹھا لیے جاتے ہیں۔

☆......☆......☆

☆......☆......☆

اس درد کی دوا؟

حبیب الرحمن

حکیم صاحب اپنے مطب پر بیٹھے مریض دیکھ رہے تھے۔ حکیم صاحب بڑی خوبیوں کے مالک اور پیارے انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں شفا دی تھی۔

شفا کے علاوہ انسانوں سے محبت کرنے والا درد دل بھی عطا فرمایا تھا۔ وہ غیر کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھتے۔ غریب اور مستحق مریضوں سے فیس کیا لیتے بلکہ دوا بھی مفت دیتے۔ مگر اس کی کسر وہ مالدار اور خوشحال مریضوں سے پوری کر لیتے۔ ویسے حکیم صاحب اپنے تجربے کی بنیاد پر یہ رائے رکھتے تھے کہ مالدار لوگوں کو بیماری کم اور بیماری کا وہم زیادہ ہوتا ہے۔

ایک دن اسی طرح کے ایک وہمی مریض جو بڑا سرکاری ٹھیکیدار تھا، کی نبض دیکھ رہے تھے کہ ایک بوڑھی غریب عورت مطلب میں داخل ہوئی۔ وہ ظاہری طور پر نہایت خستہ حال تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھی۔ لباس پرانا اور پھٹا ہوا۔ وہ سہمی سہمی حکیم صاحب کے قریب آ کر چپ چاپ کھڑی ہو گئیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر الفاظ اس کے ہونٹوں پر آ کر لرز کر رہ جاتے۔

”محترمہ! آپ اس کرسی پر اطمینان سے بیٹھ جائیں۔ اس مریض سے فارغ ہو کر میں آپ کی بات سنتا ہوں۔“

حکیم صاحب نے بڑے نرم اور تسلی آمیز لہجے میں کہا۔ ان کے ہمدردانہ لب و لہجہ سے بڑھیا کو حوصلہ ہوا تو اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

”بیٹھنے والی بات نہیں ہے جی۔“

”آپ کھل کر بتائیں آپ کو کیا تکلیف

ہے؟" حکیم صاحب کا لہجہ مزید نرم اور تسلی بخش تھا۔

"حکیم صاحب! آپ میرے ساتھ چلیں۔ اس کا اجر آپ کو خدا دے گا۔ بیمار میں نہیں، میری بیٹی ہے۔"

"کیا وہ یہاں نہیں آسکتی؟" ٹھیکیدار مریض بڑی تلخی سے بولا۔ اسے ایک غریب بڑھیا کی وجہ سے اپنے آپ کو نظر انداز کرنا بہت ناگوار گزرا تھا۔

بڑھیا کی آنکھوں میں بے بسی، بے چارگی اور نا اُمیدی کے بادل سے امڈ آئے۔ وہ مریض کے تلخ لہجے سے خوف زدہ ہوگئی تھی۔

مگر حکیم صاحب فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور مال دار موٹی اسامی سے معذرت کرتے ہوئے یہ کہہ کر" آپ انتظار کر سکتے ہوں تو تشریف رکھیں"، بڑھیا کے ساتھ چل دیے۔

گندی اور غلاظت بہتی گلیوں سے گزر کر وہ بڑھیا کے ساتھ ایک ایسی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں داخل ہوئے جو شاید جانوروں کے رہنے کے قابل بھی نہ تھی۔

بڑھیا نے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا۔ پہلے تو اندھیرے کی وجہ سے کچھ نظر نہ آیا۔ جب آنکھیں اندھیرے سے کچھ مانوس ہوئیں تو فرطِ غم سے حکیم صاحب جیسے زمین میں گڑ گئے ہوں۔ ننگے فرش پر اس بڑھیا کی نوجوان بیٹی آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی تھی۔ اور اس نے اپنے جسم کو پرانے اخبار کے کاغذوں سے ڈھانپ رکھا تھا۔ لباس نام کی ایک دھجی بھی اس کے بدن پر نہ تھی۔

وہ قریب المرگ مریض کو دیکھ کر بھی نہیں گھبرائے تھے مگر اس سچویشن سے ان کا پہلی مرتبہ واسطہ پڑا تھا۔ حکیم صاحب مریضہ کی نبض دیکھے بغیر ہی بات کی تہہ کو پہنچ گئے۔

مسلسل فاقوں نے اسے نیم جان کر رکھا تھا اور وہ جانتے تھے کہ بھوک کے نتیجے میں پیدا ہونے والی یہ بیماری جان کی دشمن ہوتی ہے۔ انہوں نے بوڑھی خاتون سے دوا لانے کے بہانے اجازت لی اور بازار جا کر حسب استطاعت مناسب لباس اور خوراک کا انتظام کر کے واپس لوٹے۔

معلوم ہوا کہ ماں بیٹی کو یہ تک یاد نہیں کہ انہوں نے آخری مرتبہ کب کھانا کھایا تھا؟

اس قصہ کے راوی معروف شاعر

احسان دانش ہیں۔ حکیم صاحب کا نام نیئر واسطی تھا۔ جن کا مطلب آج بھی مینار پاکستان سے لاہور اسٹیشن کی طرف جاتے ہوئے بادامی باغ کے قریب موجود ہے۔

جب وہ بڑھیا حکیم صاحب کے پاس مطب میں آئی تھی تو احسان دانش وہاں موجود تھے۔ واپسی کے وقت ان کا چہرہ اداس اور غم زدہ تھا۔ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ کہنے لگے۔

"احسان صاحب! یہ دونوں ماں بیٹی ایک اعلیٰ نواب خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ انگریزوں کے تسلط کے بعد غیرت مند مسلمان شرفا کے ساتھ جو کچھ ہوا، اس میں اس خاندان کا بھی شیرازہ بکھر گیا۔ اور جو حالت اب ان ماں بیٹی کی میں نے دیکھی ہے اس کا تو کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔

یہ تو ساری انسانیت کو کند چھری سے ذبح کرنے والی بات ہے۔ ہم انسانی عظمت کے گن گاتے ہیں۔ اپنے آپ کو مسجود ملائک سمجھتے ہیں۔ مگر درندوں سے زیادہ سنگ دل اور بے حس ہیں۔ جی چاہتا ہے ان بے درد انسانوں کے جنگل سے کہیں دور بھاگ چلیں۔

یہ حقیقی واقعہ پون صدی قبل کا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس عرصے میں تہذیب و تمدن نے بہت سی ارتقائی منزلیں طے کر لی ہیں۔ غلامی کا خاتمہ ہوگیا۔ آزادی رائے کا حق دنیا نے تسلیم کرلیا ہے۔ اقوام عالم کی نمائندہ تنظیم نے ساری دنیا کے غریبوں کے لیے کروڑوں اربوں کے فنڈ قائم کر رکھے ہیں۔ ہمارے اپنے ملک میں خوشحالی کے دریا بہہ رہے ہیں۔ تعلیم عام ہے۔ ہر شخص کے پاس موبائل فون ہے۔ اربوں روپیہ خرچ کر کے ایسی پولیس فورس قائم کر دی گئی ہے جو عوام کی محافظ ہے۔ ملکی خزانے لبریز ہیں۔ مدد حفاظت اور تعاون کے لیے محض مخصوص نمبر پر فون کرنا کافی ہے۔

آپ کسی بھی پوش آبادی کی بغل میں بنی جھگیوں میں چلے جائیں۔ لانڈھی، کورنگی، شیر شاہ اور لیاری کی کوڑا کرکٹ کے ڈھیروں سے مزین گلیوں میں دامن بچا کر داخل ہوں اور چولہے پر چائے پکا کر سوکھی روٹی کے ٹکڑے چبانے والوں کے پاس چند لمحے تشریف رکھیں۔

گلے میں جھولا لٹکا کر کوڑے کرکٹ سے رزق تلاش کرنے والے کسی گندے مندے بچے سے ہیلو ہیلو کریں۔ اس سے گھر کا پتہ پوچھیں۔ گندے نالوں کے کنارے بنے گھروں میں چند منٹ ناک دبا کر گزارنے کی کوشش کریں۔

تیل سے چکٹ کپڑے پہنے کسی گاڑی کے نیچے لیٹے بچے یا میز پرٹا کی مارتے کسی چھوٹے یا خیراتی مردہ خانے میں بے گور و کفن لاوارث لاشوں کا معاینہ کریں تو آپ پر یہ حقیقت کھلے گی کہ ہم بے درد انسانوں نے اس جنگل کو مزید درندگی سے بھر دیا ہے۔

مزدوری کر کے لوٹنے والے کی جیب سے چند سو روپے چھیننے کی خاطر گولی مار دی جاتی ہے۔ اس کی بوڑھی ماں کو اس کی لاش پر واویلا کرنے پر گلا گھونٹنے کی دھمکی دی جاتی ہے۔ غریب عوام کے درد میں گھلی جانے والی لیڈر کی کار کے ٹائروں میں خون اور انسانی گوشت کے ٹکڑے نظر آتے ہیں اور جن کے جواں بیٹے جاں سے گزر گئے وہ غریب ماں باپ ہسپتالوں اور مردہ خانوں کے پیدل چکر کھاتے رہے۔

گاڑی کا ماڈل بدلنے کے لیے دو چار لاکھ یا بنگلے کا ڈیزائن تبدیل کرنے کے لیے دو چار کروڑ معمولی بات ہے۔ اقتدار کے ایوانوں میں اربوں کھربوں کی گنتی بھی کسی شمار میں نہیں۔ اس سے اوپر عالمی جنگل کے ٹھیکیداروں کے لیے مال کی کوئی حیثیت ہے نہ انسانی جان کی۔

اب بھاگ کر کہاں جائیں؟ ہر سو انہی کی حکمرانی ہے۔ پوری فیس نہ ملنے پر مسیحا بھی زخموں کے ٹانکے ادھیڑ دیتا ہے اور معلم حصول علم کے مفلس شوقینوں کو جھڑک دیتا ہے۔

شاید ایسے ہی زمانے سے محسن انسانیت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پناہ مانگی تھی اور یہ سکھایا تھا کہ اپنے رب سے درخواست کرتے رہنا کہ فتنوں کے ظہور سے پہلے اس دنیا سے اُٹھا لے۔ سو اب اسی دعا کا وقت ہے۔

☆......☆......☆

عجیب قصہ

رومان رشید

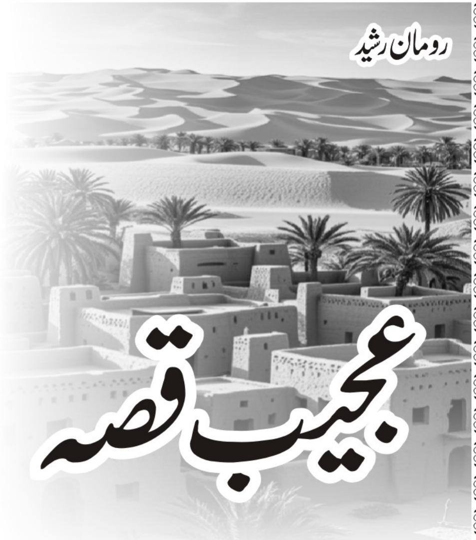

پیارے بچو! آج رومان رشید آپ کو ایک خالہ اور بھانجے کا قصہ سنا رہی ہے جو اسے ذاتی طور پر بہت پسند ہے۔

آپ سب عبداللہ بن زبیرؓ کو تو جانتے ہی ہیں کیا آپ ان کی خالہ کو بھی جانتے ہیں؟

رومان رشید جانتی ہے کہ آپ کا جواب ہاں میں ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خالہ کا نام حضرت عائشہ صدیقہؓ ہے۔

انہیں اپنے پیارے عظیم بھانجے سے بہت محبت تھی۔

انہوں نے ہی اپنے بھانجے کو پالا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنا سب کچھ اللہ کے راستے میں خرچ کر دیتی تھی اور خود بھوکی پیاسی رہتی تو عبداللہ بن زبیرؓ بہت پریشان ہو گئے تھے۔

ظاہر ہے انہیں اپنی خالہ بہت عزیز تھی۔ وہ انہیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے تھے۔

انہوں نے ایک دفعہ کہہ دیا تھا کہ خالہ کا ہاتھ کسی طرح روکنا چاہیے۔

خالہ تک یہ فقرہ کسی طرح پہنچ گیا وہ ان سے ناراض ہوگئی اور کہا کہ یہ میرا ہاتھ روکنا چاہتے ہیں وہ ان سے اتنی ناراض ہوگئی تھی کہ ان سے نہ بولنے کی قسم کھا لی تھی۔

عبداللہ بن زبیرؓ نے سنا تو تڑپ اٹھے

،خالہ کی ناراضگی کا بہت صدمہ ہوا تھا۔

انہوں نے بہت سے لوگوں سے سفارش کرائی ظاہر ہے کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ نہیں سکتے تھے۔

انہیں اپنی ناراض خفا خفا سی خالہ کو منانا تھا مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہر دفعہ یہ کہتیں کہ وہ اپنی قسم نہیں توڑ سکتی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بہت پریشان تھے پھر انہیں ایک خیال آیا انہوں نے آپ ﷺ کی ننھیال کے دو حضرات کو سفارشی بنا کر ساتھ لے گئے۔

وہ دونوں حضرات اجازت لے کر اندر گئے یہ بھی چپکے سے ان کے ساتھ چلے گئے۔ سفارشی حضرات پر دے کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پردے کے اندر بیٹھ کر بات چیت فرمانے لگی وہ اپنے بھانجے کی موجودگی سے بے خبر تھی۔

جب اچانک انہیں اپنے سامنے دیکھا تو حیران رہ گئی وہ جلدی سے پردے میں چلے گئے تھے۔

وہ اپنی خالہ سے لپٹ گئے تھے۔ وہ ان کے سینے سے لگے رہے روتے رہے معافی مانگتے رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں وہ دونوں حضرات بھی سفارش کرتے رہے اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات یاد دلاتے رہے اور احادیث میں جو ممانعت اس کی آئی ہے وہ سناتے رہے۔

جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی تاب نہ لاسکیں اور رونے لگی آخر انہوں نے اپنے روتے تڑپتے بھانجے کو معاف فرما دیا۔

اور ان سے بولنے لگ گئیں لیکن اپنی قسم کے کفارہ میں بار بار غلام آزاد کرتی رہیں حتیٰ کہ 40 غلام آزاد کر دیے تھے۔

☆......☆......☆

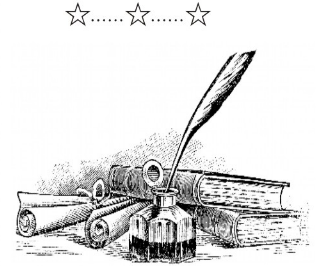

المناک

عائشہ محمد اسلم

’’سمیرا! میرے کپڑے نکال دو! میں نماز پڑھ لوں نہا کر‘‘

’’جی بھائی! ابھی لائی۔‘‘

اتنے میں دروازے پر دستک ہوتی ہے۔

سمیرا نے سوچا بھائی ہوگا، احمد نے دروازہ کھولا تو وہ حیران رہ گیا۔

کچھ سکھ نوجوان لڑکے کھڑے تھے، احمد کو کچھ انہونی کا احساس ہوا۔

’’احمد بھائی! ہم نے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے‘‘

احمد نے انہیں بیٹھک میں بٹھایا۔

کچھ دیر بعد احمد گھر لوٹا تو چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔

’’احمد بیٹا! کون تھے؟‘‘

امی نے پوچھا۔

’’کوئی نہیں امی کچھ دوست تھے‘‘

احمد اپنی آواز کو حتی الامکان نارمل کرتے ہوئے بولا۔

وہ اپنی پریشانی امی کے سامنے ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

’’اچھا! آجاؤ احمد بیٹا! کھانا کھالو!‘‘

☆......☆......☆

برما کا یہ مسلم خاندان صرف چار افراد پر مشتمل تھا۔
مشکل سے زندگی بسر کر رہا تھا۔
برما میں بدھ پرستوں کی اکثریت تھی، اس لیے وہ دو چند مسلمانوں کو کھلی آزادی کی زندگی بسر کرنے نہیں دیتے تھے۔
جیسے مسلمان ہونا ایک سنگین جرم بن گیا ہو۔

☆......☆......☆

احمد نے ایک تھکا ہوا سانس خارج کیا، پھر بولا۔
''امی! ہمیں اب ہجرت کر لینی چاہیے، بت پرستوں کا ظلم بڑھتا ہی جا رہا ہے۔''
احمد نے پرسوچ لہجے میں کہا۔

☆......☆......☆

احمد اور اس کا اہل وعیال بھی اس ظلم میں پس پس کر زندگی بسر کر رہے تھے۔
احمد کے والد چند سال پہلے انتقال کر چکا تھے۔ ساری ذمہ داری احمد پر آ گئی تھی، گھر میں بڑے ہونے کی وجہ سے۔
احمد نوکری پیشہ تھا، چند پیسے کما کر اہل وعیال کی کفالت کرتا تھا۔
لیکن روز روز کے بڑھتے ظلم نے اس کا حوصلہ چھیننا شروع کر دیا تھا۔
یہاں کے لوگ مسلمانوں کو نکال باہر پھینکنے میں سرگرم تھے۔

☆......☆......☆

''آپ آج ہی ہجرت کی تیاری کریں، آپ اور سمیرا کو محفوظ مقام پر چھوڑ کر خود بھائی کو لے کر نکلتا ہوں۔''
''کیوں کیا ہوا؟''
احمد کی امی نے پوچھا۔
''امی! یہ جو مہمان آئے تھے، انہوں نے بتایا ہے پچھلے محلے کو مکمل طور پر یہ لوگ تباہ کر چکے ہیں۔''
''ٹھیک ہے بیٹا لیکن! تم لوگ کیسے؟''
''امی! میرے دوستوں نے کہا ہے کہ وہ ہمیں یہاں سے نکال دیں گے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔''

☆......☆......☆

''سفیان احمد! جلدی چلو یار! تمہیں کسی محفوظ جگہ پر پہنچا دیں۔''
سکھ نوجوانوں نے کہا۔

ان کو ایک کمرہ نما جگہ پر لے آئے۔

کہا، جب تک حالات ٹھیک نہ ہو، یہاں سے مت نکلنا۔

کچھ دن گزرنے کے بعد اچانک کسی کے چیخنے کی آوازیں آنے لگی، چیخیں اس قدر شدت پکڑ چکی تھیں کہ سینہ پھٹنے کو ہو رہا تھا۔

احمد نے جیسے ہی روشن دان سے باہر کو جھانکا، تو جو منظر دیکھنے کو ملا، دل دہلا دینے کے لیے کافی تھا۔

احمد کے منہ سے ایکدم چیخ نکلی۔

اس کے سر پر تو گویا آسمان ہی گر گیا ہو جیسے۔

سامنے کے منظر سے، آسمان بھی رویا ہوگا زمین بھی چیخی ہوگی۔

اسے اپنی انکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ سامنے کا منظر کچھ اس طرح تھا۔

ایک معصوم مظلوم مسلمان لڑکے کو ایک لکڑی سے باندھا ہوا تھا، ظالموں نے۔

اسے پاؤں کی طرف سے کاٹنا شروع کیا گیا۔ چیخیں آسمان کو چیر دینے والی تھی، کلیجہ منہ کو آنے والا لگا۔

زمین اور آسمان نے پھر وہ منظر دیکھا۔

ایک معصوم سی جان کے کئی ٹکڑے زمین پر خون میں لت پت بکھرے پڑے تھے۔

زمین خون سے سیراب ہو چکی تھی۔

ان لڑکوں نے چند دنوں بعد انہیں کسی طرح بارڈر پر پہنچا دیا تھا۔

لیکن! احمد کی انکھوں سے وہ منظر کتنے عرصے تک نہ ہٹ سکا تھا۔

اور وہ اسی سوچ میں رہا کہ کیا مسلمان ہونا اتنا بڑا گناہ تھا؟

کیا عالمی قوتیں اسی طرح مسلمانوں کی عزت نفس کو کچلتی رہیں گی؟

کیا کبھی ان کو مکافات عمل سے نہیں گزرنا پڑے گا؟

یہ وہ سوالات تھے جن کے جوابات آج تک احمد اور اس جیسے اور کئی مظلوم مسلمان حاصل نہیں کر سکے۔

☆......☆......☆

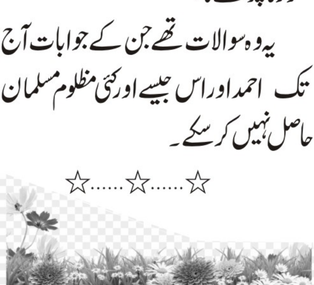

قسط 1

سبزیوں کے فوائد

عبید اللہ آبی

سبزیاں کچی اور پکا کر کھانے کے بے شمار فائدے ہیں۔

سبزیوں میں تمام غذائی اجزاء اور وٹامنز موجود ہوتے ہیں۔ صحت مند اور تروتازہ رہنے کے لیے تازہ سبزیوں کا زیادہ سے زیادہ استعمال کریں۔ ذیل میں چند مشہور سبزیوں کے

سبزیاں اللہ کی خاص نعمتوں میں سے ہیں۔ پاکستان میں ہر طرح کی موسمی سبزیاں دستیاب ہیں۔ سبزیوں میں تمام غذائی اجزاء، وٹامنز، معدنیات اور خاص طور پر فائبر (ریشہ) وغیرہ موجود ہوتے ہیں۔ سبزیاں کھانے سے آدمی تندرست وتوانا رہتا ہے۔

بیماری کے دوران ان کے استعمال کی خاص تاکید کی جاتی ہے۔ اچھی صحت کے لیے تازہ اور سبز پتوں والی سبزیوں کی افادیت مسلمہ ہے۔ کھانے میں سلاد ہو تو کھانے کا مزہ دوبالا ہو جاتا ہے۔

خواص، فوائد اور مختلف بیماریوں کے دوران افادیت کے بارے میں ضروری معلومات دی جا رہی ہیں۔

پالک

اس میں فولاد اور نمکیات زیادہ ہوتے ہیں۔ پالک سے جگر کو تقویت ملتی ہے۔ یہ خون کو صاف کرتی ہے۔ فالج میں فائدہ مند ہے اور خون کی شریانوں کی سختی دور کرتی ہے۔ بلڈ پریشر کم کرتی ہے۔ مٹی، کوئلہ کھانے سے بچوں کا رنگ پیلا پڑ جاتا ہے اور پیٹ پھول جاتا ہے۔ ایسے بچوں

کو پالک، میتھی، اور شلجم کثرت سے کھلائیں۔ یرقان میں پتوں کا سوپ نمک ملا کر پلائیں۔ پالک پیس کر بالوں کی جڑوں میں لگا کر گھنٹہ بعد سر دھونے سے بال گرنا بند ہو جاتے ہیں جبکہ دانتوں مسوڑھوں کے لیے مفید ہے۔

مولی

مولی میں وٹامن اے، بی، سی، ای ہوتے ہیں۔ گرتے بالوں کو روکنے کے لیے مولی کا باقاعدہ استعمال کریں۔ گنج پر مولی کا پانی ملیں۔ یہ کمزوری معدہ، بواسیر، پتھری کے لیے بھی مفید ہے۔ خوراک فوراً ہضم کرتی ہے۔ یرقان میں پتوں کا پانی نکال کر گرم کر کے گڑ یا شکر ملا کر بار بار پلائیں، مولی کی بھجیا بنا کر کھلائیں۔ تلی بڑھی ہو تو مولی اور سرکہ کھانا بہت مفید ہے۔

پرانے نزلے میں مولی کا پانی اور رس لیموں ملا کر پلائیں، گلے کے درد میں مولی کے ساتھ لہسن کا استعمال کریں۔ شراب، ہیروئین اور دوسری نشہ آور ادویات سے نجات حاصل کرنے کے لیے مولی کے سبز پتے پانی میں پیس کر دو چمچ شہد ڈال کر ایک ماہ تک صبح نہار منہ ایک کپ اور سوتے وقت ایک کپ پلائیں۔ انشاء اللہ نشہ آور ادویات سے نجات ملے گی۔

ورم حلق اور خناق میں مولی کے پانی میں لیموں کا رس ملا کر پلائیں، مولی کے بیج پیس کر گرم پانی کے ساتھ کھانے سے آواز کھل جاتی ہے۔ پرانی کھانسی میں نمک مولی 25 گرام، دو چمچ شہد ملا کر کھائیں، نمک مولی میں شہد ملا کر چٹائیں تو دمہ کا دورہ ختم ہو جاتا ہے۔ بواسیر کے لیے روزانہ دو مولیوں پر چینی لگا کر کھائیں، یا مولی کے پتے چینی ملا کر روزانہ کھائیں۔ 40 دن تک یا رات کو مولی کاٹ کر نمک لگا کر شبنم میں رکھ کر صبح کھا لیں۔ پیٹ کے کیڑے مولی یا اس کے پتے کھانے سے دور ہو جاتے ہیں۔ ماہواری کا درد دُور کرنے کے لیے 25 گرام مولی کے بیج، چار چمچ شہد میں ڈال کر اُبال لیں اور دن میں تین چار بار پلائیں۔ ان شاء اللہ درد دور ہو گا۔

گاجر

گاجر وٹامن A کا خزانہ ہے۔ اسے کچا

کھائیں یا پکا کر کھائیں نظر تیز ہوگی۔ جگر کے افعال درست ہوں گے۔ روزانہ ایک گلاس جوس پیئیں۔ نظر تیز اور چہرہ شاداب ہوگا۔ گاجر کا مربہ مقوی دل اور بلڈ پریشر کو کم کرتا ہے۔ دماغ کو تقویت دینے کے لیے صبح بادام کھا کر گاجر کا جوس اور دودھ پیئیں، اس کا بیج بھی مقوی اعصاب ہے۔

گاجر کا جوس پینے سے دردِ شقیقہ دور ہوتا ہے۔ گاجر کا رس، مربہ، حلوہ، گجریلہ اور اچار شربت سب فائدہ مند ہیں، کسی کو نیند میں چلنے کا مسئلہ ہو تو رات کو آدھ سیر گاجریں بھگو دیں، صبح رس نکال کر نہار منہ ایک گلاس اور رات سوتے وقت ایک گلاس پلائیں۔

کریلا

کریلا اگرچہ تھوڑا سا کڑوا ہوتا ہے مگر کریلے کھانے سے شوگر کی مقدار کم ہوتی ہے۔ پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں اور جگر کے افعال درست ہوتے ہیں۔

چقندر

گنے کی طرح چقندر سے بھی چینی تیار ہوتی ہے۔ بلغم اور کینسر کے مریض روزانہ ایک سیر کھائیں۔ پتوں کو جوش دے کر سر دھونے سے خشکی دور ہوتی ہے اور سر کی جوئیں مرجاتی ہیں۔ گردے کی پتھری کے لیے چقندر کو پانی میں اتنا ابالیں کہ پانی گاڑھا ہوجائے۔ روزانہ ایک کپ دن میں 4،3 بار پیئیں۔ گردہ کی پتھریاں ریزہ ریزہ ہو کر خارج ہوجائیں گی۔

کچنار

کچنار ایک لذیذ سبزی ہے، اس کی چھال کا جوشاندہ خون صاف کرتا ہے۔ ملیریا میں بھی یہ جوشاندہ مفید ہے۔ کچنار کھانے سے پھوڑے پھنسیاں ختم ہوتی ہیں۔ دستوں کے لیے اکسیر ہے۔

اسے کھانے سے بواسیر ختم ہو جاتی ہے۔ کچنار کی چھال کے جوشاندے میں سونٹھ ملا کر پینے سے پھوڑے ختم اور سفید داغ دور ہوجاتے ہیں۔

شلجم

شلجم گوشت ایک مرغوب ڈش ہے۔ شلجم میں کیلشیم، فاسفورس، پروٹین، فولاد، وٹامن C کی کافی مقدار ہوتی ہے جس کی وجہ سے اسے کھانے سے اعصاب کو تقویت ملتی ہے۔ نظر تیز ہوتی ہے اور قوت

مدافعت بڑھتی ہے۔ اس کے پتوں میں کیلشیم زیادہ ہوتا ہے، اس لیے ہڈیوں، دانتوں، پٹھوں کے لیے مفید ہے۔ بچوں کو اس کے پتوں کا رس پلانا مفید ہے۔

آلو

آلو کو بجا طور پر سبزیوں کا بادشاہ کہا جا سکتا ہے۔ کھانے کی کوئی ڈش اس کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ آلو معدنیات اور نشاستہ کا خزانہ ہے۔ اس میں کیلشیم، پوٹاشیم، فاسفورس اور فولاد کی کافی مقدار کے علاوہ سوڈیم میگنیشیم، گندھک، کلورین، آیوڈین، تانبا وغیرہ بھی پائے جاتے ہیں۔ جلے ہوئے پر آلو کا رس لگائیں تو جلن دور ہوگی۔

گردوں کے درد اور پتھری میں آلو کی چاٹ میں روغن زیتون ڈال کر کھائیں۔ جوڑوں کے درد اور دوسرے دردوں میں آگ پر بھنا ہوا آلو ایک عدد، ٹماٹر ایک عدد تھوڑا سا ادرک، ایک لیموں اور ایک چمچ سرکہ ڈال کر نمک مرچ ملا کر کھائیں جلد آرام آئے گا۔ بھاپ یا تنور میں بھنے آلوؤں میں مکھن، کریم ملا کر بچوں کو کھلانے سے ان کی نشوونما بڑھتی ہے اور وزن زیادہ ہوتا ہے۔

اروی

اس میں نشاستہ، روغنی اجزائ، وٹامن اے، بی زیادہ ہوتے ہیں۔ اروی کے پتے کا پانی بہتے خون کی جگہ پر ڈالیں یا کپڑا بھگو کر رکھ دیں، خون بہنا بند ہو جائے گا۔ منہ میں چھالے ہوں تو اروی کے چھلکے کا سفوف شہد میں ملا کر لگائیں افاقہ ہوگا۔ گرتے بالوں کے لیے ایک چھٹانک اروی ایک پاؤ پانی میں اچھی طرح مکس کر کے دہی ملا کر سر پر لیپ کریں اور چار گھنٹے بعد سر دھولیں۔ دودھ پلانے والی مائیں اروی کھائیں تو ان کا دودھ بڑھ جاتا ہے۔

بینگن

اس کا رائتہ بنا کر کھانا مفید ہے۔ بینگن جلا کر راکھ بنا لیں شہد میں ملا کر بواسیر کے مسے پر لگائیں، ٹھیک ہو جائیں گے، اس میں پروٹین، کیلشیم، فاسفورس اور فولاد موجود ہوتے ہیں۔ رمضان المبارک کے مہینے میں افطاری کے وقت بینگن کے پکوڑے بہت مزا دیتے ہیں۔

☆......☆......☆

قسط 70

سلطان ٹیپو شہید رحمہ اللہ

عبدالحفیظ امیر پوری

لارڈ ولزلی کو یقین ہو گیا تھا کہ اب ٹیپو کہیں سے فوجی امداد حاصل نہیں کر سکے گا، اس لئے وہ سلطنت خداداد پر حملہ کرنے کے بہانے ڈھونڈنے لگا۔

لارڈ ولزلی کو لارڈ کارنوالس اور جنرل میڈوز نے بتا دیا تھا کہ سلطان کے امراء اور وزراء کس قماش کے لوگ ہیں؟ کون کس قیمت پر خریدا جا سکتا ہے اور سرنگا پٹم پر قبضہ کرنے کے آسان طریقے اور راستے کیا ہیں؟ لارڈ کارنوالس جا سکتا ہے ورم پر قبضہ کرنے کے طریقے اور راستے لارڈ نے جو فصل بوئی تھی، وہ پک کر تیار ہو چکی تھی اور اب لارڈ ولزلی اسے کاٹنے والا تھا۔

لارڈ ولزلی نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی تمام بحری اور بری فوجوں کو تیاری کا حکم دیا اور خود 31 دسمبر 1798ء کو مدراس پہنچ گیا۔ دسمبر کے آخر سے 3 فروری تک لارڈ ولزلی نے ٹیپو سلطان کو کئی خط تحریر کئے۔

ان تمام خطوط میں ایک ہی بات درج ہوتی تھی کہ سلطان، انگریز کے بدترین دشمن فرانسیسیوں سے ساز باز کر رہا ہے۔

نمک حرام میر صادق نے لارڈ ولزلی کے بہت سے خطوط، سلطان تک پہنچنے ہی نہیں دیئے۔ اگرچہ ان خطوط کے موصول ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا لیکن پھر بھی اتنا ضرور ہوتا کہ سلطان تمام

صورت حال سے باخبر رہتا اور آخر وقت تک کوئی نہ کوئی تدبیر اختیار کرتا تا کہ سلطنت خداداد کو جنگ سے محفوظ رکھا جاسکے۔

لارڈ ولزلی نے جنوری 1799ء کے آغاز میں سلطان کو آخری خط تحریر کیا۔

اس خط کے ساتھ سلطان ترکی کا وہ فرمان بھی منسلک تھا جس میں حکومت ترکی نے فرانسیسیوں کے خلاف اعلان جہاد کیا تھا۔ اس فرمان کا حوالہ دیتے ہوئے لارڈ ولزلی نے لکھا تھا۔

سلطان ترکی کے اس اعلان جہاد کے بعد سلطنت خداداد پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنی سرزمین پر موجود تمام فرانسیسیوں کو قتل کر ڈالے۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو انہیں گرفتار کر کے ہمارے حوالے کر دے۔"

جواباً ٹیپو سلطان نے لارڈ وازلی کو تحریر کیا:

"میری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ جس قوم کے افراد نے ہر آڑے وقت میں سلطنت خداداد کا ساتھ دیا ہو، میں انہیں کسی جرم کے بغیر قتل کرادوں۔ میں انہیں گرفتار کر کے تمہارے حوالے بھی نہیں کر سکتا کہ تمہارے دل فرانسیسیوں کی طرف سے صاف نہیں ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ تم ان باوفا لوگوں کو اپنی سیاست کے مقتل میں بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر ڈالو گے۔

واضح رہے کہ میری سلطنت میں مقیم چند فرانسیسی، برطانوی اقتدار کے لئے خطرہ نہیں بن سکتے۔ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو اپنے فرانسیسی دوستوں کی طرف سے ضمانت فراہم کرتا ہوں۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا، سو کہہ چکا۔ پھر بھی اگر آپ کی دوستی کے معاہدے میں فرانسیسیوں کا قتل عام شامل ہے تو میں اس دوستی سے انکار کرتا ہوں۔"

جب سلطان کی طرف سے لارڈ ولزلی کو یہ خط تحریر کیا جا رہا تھا، اس وقت تمام فرانسیسی افسر، ٹیپو کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے بیک زبان کہا تھا۔

"سلطان ذی وقار! دوستی آپ کے نام پر ہمیشہ نازاں رہے گی۔ ہمارے مذاہب جدا ہیں، عقائد مختلف ہیں مگر پھر بھی آپ نے رفاقتوں کا حق ادا کر دیا۔

ہم کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ لارڈ ولزلی کے ارادے نہایت خطرناک

ہیں۔ آپ واقف نہیں کہ وہ فرانسیسیوں سے کسی قدر نفرت کرتا ہے۔"

"پھر؟" ٹیپو نے فرانسیسی افسروں کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"یہ سلطنت خداداد کی بقا کا مسئلہ ہے۔ آپ ہمیں لارڈ ولزلی کے حوالے کر دیں اور اپنے اقتدار کو بچانے کی کوشش کریں۔ ہمارا کیا ہے، ہم تو محض سپاہی ہیں۔ آج اگر بچ گئے تو کل کسی دوسرے محاذ پر قتل ہو جائیں گے۔"

فرانسیسی افسروں کی بات سن کر سلطان کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور اس کی آنکھوں میں غبار سا نظر آنے لگا۔

"اگر آپ اسے ہماری قربانی تصور کرتے ہیں تو یہ ایک بہت شریف النفس آقا اور بہت ہی لائق احترام دوست کے لئے نہایت حقیر قربانی ہوگی۔"

فرانسیسی افسروں کی زبان سے ادا ہونے والا ایک، ایک لفظ سچا تھا اور اس سچائی کی جھلک ان کے چہروں پر نمایاں تھی۔

"یہ کیسے ممکن ہے؟" جوشِ جذبات میں ٹیپو چیخ اٹھا۔

"میں اپنے بچوں کو بطور یرغمال لارڈ ولزلی کے پاس بھیج سکتا ہوں اور ماضی میں ایسا کر بھی چکا ہوں مگر ایک خود غرض اور منافق انسان کی ہوس پر اپنے دوستوں کو کس طرح قربان کر دوں؟ خدا کی قسم! میں ایسی بقا نہیں چاہتا، جو فنا کی ہم رنگ ہو۔ میں تمہارے جذبہ ایثار کی قدر کرتا ہوں مگر آنے والی نسلوں سے یہ سننا نہیں چاہتا کہ ٹیپو اپنے چند روزہ اقتدار کے لئے سیاست کی نیلام گاہ میں دوستوں کی قربانیاں بھی فروخت کر گیا۔

مجھے ہر گز ایسا اقتدار نہیں چاہئے جس کی بنیادیں اہل وفا کی لاشوں پر رکھی ہوں۔"

ٹیپو کی آنکھیں بھی اشکوں سے لبریز تھیں۔

"اگر ہو سکے تو بلا تاخیر تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ! میں نے انگریزوں سے، ہندوؤں سے، مسلمانوں سے، اپنوں سے، بیگانوں سے، غرض ہر شخص سے حُسن ظن رکھا مگر یہ لوگ مجھے احمق و نادان سمجھتے رہے۔

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ میں نادان ہوں یا پوری ہندوستانی قوم بدترین حماقت کا شکار ہے۔ لارڈ ولزلی کے مطالبات ابھی اور

بڑھیں گے۔ عنقریب وہ یہ مطالبہ بھی پیش کرے گا کہ میں اس کی غلامی قبول کرلوں۔خیر! یہ تو آزمائش کے وقت ہی پتہ چلے گا کہ میں نے کسے قبول کیا اور کسے ٹھکرا دیا۔اللہ مجھے فتنوں کے اس ہجوم میں ثابت قدم رکھے۔پھر بھی میری یہ خواہش ہے کہ تم لوگ جلد از جلد یہاں سے چلے جاؤ۔مجھے جس دن کا انتظار تھا، شاید وہ آپہنچا ہے۔مگر یاد رکھو کہ آنے والا دن میرے اور تمہارے لئے خوشگوار نہیں ہوگا۔"

سلطان نے انتہائی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرانسیسی افسروں اور سپاہیوں کو سلطنت خداداد سے چلے جانے کی اجازت دے دی تھی لیکن وہ بھی غیرت مند لوگ تھے۔انہوں نے سلطان سے صاف صاف کہہ دیا۔

"جب ہم نے آپ کی عنایات خسروانہ کے سبب موسم بہار کی لذتیں حاصل کی ہیں تو پھر دورخزاں دیکھنے کے لئے آپ کو تنہا کیسے چھوڑ دیں؟"

ٹیپو نے فرانسیسی افسروں کا جواب سنا اوراس کے چہرے پر عزم اور حوصلے کا نیا رنگ ابھر آیا۔

اپنے خط کے آخر میں سلطان نے لارڈ ولزلی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا تھا۔

"اگر آپ چاہیں تو میجر ڈوٹن کو بھیج سکتے ہیں تاکہ میں آپ کے نمائندے سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے مفادات اور ان کے تحفظ پر تفصیلی گفتگو کرسکوں۔"

ٹیپو نے ایک بار پھر حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے جنگ کو ٹالنے کی کوشش کی تھی۔مگر سلطان اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ درپردہ اس کے خلاف اعلان جنگ ہو چکا ہے۔خط وکتابت اور نئے نئے شرائط نامے پیش کرنا تو لارڈ ولزلی کی ایک گہری چال تھی۔وہ سلطان کے کو لفظوں کے گورکھ دھندے میں الجھا کر اپنی فوجی کارروائی جاری رکھنا چاہتا تھا۔نتیجتاً لارڈ ولزلی نے سلطان کے آخری خط کا جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

لارڈ ولزلی نے جنوری 1799ء کے وسط میں انگریزی فوج کے سپہ سالار جنرل ہارس کو ایک طویل خط تحریر کیا۔

"مجھے معلوم ہے کہ سلطان کے تمام

امراء، وزراء اور باج گزار اس سے سخت بیزار ہیں اور ہماری پناہ میں آنے کے لئے بے قرار ہیں۔ وہ سلطنت خداداد کے جابرانہ نظام سے نجات چاہتے ہیں اور اپنی دستگیری کے لئے ہمیں مسلسل آواز میں دے رہے ہیں۔ اس موقع پر ہماری خاموشی ایک بہت بڑے اخلاقی جرم کے مترادف قرار پائے گی۔ اس لئے ٹیپو کے خلاف جنگ کرنا عین انصاف ہے اور ہم انصاف قائم کرنے ہی کے لئے ہندوستان آئے ہیں۔"

جنرل ہارس نے ایک ماہ میں اپنی فوجی تیاریاں مکمل کیں اور پھر 22 فروری 1799ء کو ٹیپو کے خلاف اعلان جنگ کر دیا گیا۔

انگریزی فوجیں دو ماہ پیشتر ہی سے سرحد پر موجود تھیں، برق رفتاری کے ساتھ سلطنت خداداد کی جانب بڑھیں۔ فرنگی لشکر کے ساتھ حیدرآباد کی فوجیں بھی تھیں، جین کی قیادت میر عالم کر رہا تھا۔

یہ تمام فوجیں اپنے طور پر انتہائی خفیہ انداز میں آگے بڑھ رہی تھیں مگر دراصل انہیں کوئی روکنے والا ہی نہ تھا۔ سلطان کے خلاف سازش مکمل ہو چکی تھی، اس لئے کسی مقام پر بھی اتحادی فوجوں کو کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ یہاں تک کہ دشمن سپاہی، سلطنت خداداد کی سرحدوں میں بہت آگے تک داخل ہو کر رائی کوٹ پر قابض ہو گئے۔ اس کے بعد انگریزی فوج کے سپاہی اور جاسوس ان غداروں کے مکانوں میں روپوش ہو گئے جو اس سازش میں شریک تھے۔ یہ ٹیپو کی بدقسمتی تھی کہ انگریز سپاہیوں اور جاسوسوں کو پناہ دینے والے زیادہ تر مسلمان تھے۔

لارڈ ولزلی کی طرف سے اپنے آخری خط کا جواب نہ ملنے پر سلطان کسی نئے خطرے کی آہٹ محسوس کر رہا تھا۔ پھر جب اس نے وزیر اعظم میر صادق علی اور وزیر خزانہ پورنیا کو بلا کر اپنے اندیشوں کا اظہار کیا تو یہ دونوں نمک حرام انتہائی پُر جوش لہجے میں کہنے لگے۔

"انگریزوں کی کیا مجال کہ وہ سلطنت خداداد کی حدود میں قدم بھی رکھ سکیں۔"

☆......☆......☆

☆......☆......☆

میں ایک درخت ہوں۔ میرا تعلق

بابرکت درخت

عمار حسین

جزیرہ عرب قریب قریب تمام صحرا پر مشتمل ہے اس میں سبزہ اور درخت بہت کم ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے کئی اہم واقعات درختوں سے متعلق ہیں۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ ایک مرتبہ راستے میں اکیلے ایک درخت کے نیچے فرمانے لگے۔ اچانک ایک کافر ہاتھ تلوار لئے ادھر آنکلا اور جوں ہی رسول اکرم ﷺ کو دیکھا اس نے تلوار تان لی اور آپ ﷺ کے قریب آ کر کہا ،آپ کو میرے ہاتھ سے اب کون بچا سکتا ہے؟

رسول اللہ ﷺ بالکل نہ گھرائے اور بڑے اطمینان سے جواب دیا ”اللہ“۔

یہ جواب سنتے ہی کافر کے ہاتھ سے تلوار گر گئی جیسے لپک کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھالیا اور اس سے سوال کیا: بتاؤ تمھیں اب میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے؟

کافر سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور وہ مارے خوف کے کانپنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے معاف کر دیا۔

اسی طرح ہجرت کے چھٹے سال رسول اکرم ﷺ اور ان کے ساتھی عمرہ کی غرض سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے، مکہ سے

آئے ہوئے آپ ﷺ کو چھ سال ہو گئے تھے۔ اس عرصہ میں آپ ﷺ نے نہ خانہ کعبہ کی زیارت کی تھی اور نہ عمرہ کیا تھا۔ مسلمان احرام باندھے ہوتے اور قربانی کے جانور ساتھ لئے ہوئے تھے۔ صرف تلواریں تھیں وہ بھی نیام میں، یہ عرب میں دستور تھا کہ مسافر اپنی حفاظت کے لئے تلوار نیام میں لے کر چلا کرتے تھے جب آپ ﷺ حدیبیہ سے قریب ایک جگہ پہنچے تو آپ کو اطلاع ملی کہ قریش آپ سے لڑنے کے لئے آرہے ہیں۔

اس پر آپ نے حضرت عثمانؓ کو مکہ روانہ کیا کہ قریش کے سرداروں کو بتائیں کہ مسلمان لڑنے کے لئے نہیں صرف اور صرف عمرہ کی غرض سے آرہے ہیں۔

حضرت عثمانؓ کو سے واپسی میں کچھ دیر ہوگئی۔ ساتھ ہی یہ افواہ گردش کرنے لگی کہ قریش کے سرداروں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا ہے۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے بیعیت کی کہ وہ قریش سے جنگ کریں گے۔ یہ بیعت میرے نیچے مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی۔ اس کے بارے میں قرآن کریم کی آیت ہے جس کا ترجمہ ہے:

''بیشک اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے اس وقت راضی ہوا جب وہ درخت کے نیچے نبی کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔'' (سورۃ الفتح آیت 81)

جب مکہ کے کافروں کو اس بیعت کی خبر ہوئی تو وہ بہت گھبرا گئے اور حضرت عثمانؓ کو دراصل قریش نے روک رکھا تھا واپس جانے دیا۔ بعد میں قریش نے صلح کے لئے پیغام بھیجا۔ صلح کی یہ شرط تھی کہ دس سال تک آپس میں جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کیا جائے۔ صلح کی بات چیت شروع ہوئی اور آخر کار کافروں کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ ہوا جسے ''صلح حدیبیہ'' کہتے ہیں۔

اس کی شرائط یہ تھیں:

☆ اس سال مسلمان واپس چلے جائیں۔ مکہ میں داخل نہ ہوں۔

☆ آئندہ سال مسلمان حج کے لئے آسکتے ہیں لیکن مکہ میں صرف تین دن قیام کر سکتے ہیں اور آپ کے ساتھ وہ ہتھیار ہوں

گے جو مسافر لے کر چلتے ہیں۔

☆ دس سال تک فریقین آپس میں جنگ نہ کریں گے۔

☆ اگر قریش کا کوئی آدمی مسلمانوں کے پاس مکہ سے مدینہ آجائے گا تو رسول اللہ اسے واپس کر دیں گے۔

☆ اگر مسلمانوں میں سے کوئی آدمی مدینہ سے مکہ جائے گا تو قریش اُسے واپس نہ کریں گے۔

☆ عرب کے قبیلوں کو یہ اختیار ہو گا کہ چاہے وہ نبی سے دوستی کا معاہدہ کریں یا مکہ کے کافروں سے۔

☆ کوئی فریق دوسرے فریق کے حلیف پر زیادتی نہ کرے گا۔

اس معاہدہ کی یہ شرط کہ جو مسلمان مکہ سے مدینہ بھاگ آئے اسے واپس کر دیا جائے گا کچھ مسلمانوں کو پسند نہ آئی۔

دراصل جو کچھ نبی کی آنکھ دیکھ رہی تھی وہ بات اعتراض کرنے والوں کی نظروں سے اوجھل تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ بات مسلمانوں پر واضح ہوگئی کہ یہ معاہدہ ان کے لئے بہت فائدہ مند تھا۔ امن ملنے سے اسلام تیزی سے پھیلنے لگا۔

مدینہ اور مکہ کے درمیان آمد و رفت شروع ہوگئی اور مکہ کے بہت سے کافروں کے دل مسلمانوں سے ملنے جلنے کی وجہ سے اسلام کی طرف کھینچے چلے آتے۔ خاص طور پر معاہدہ کی یہ شرط کہ جو مسلمان مکہ سے مدینہ جائے گا اسے واپس کر دیا جائے گا۔ مکہ کے کافروں پر بہت گراں گزری۔

ہوا یوں کہ واپس کئے جانے والے مسلمان مکہ واپس نہ جاتے تھے بلکہ راستے میں ٹھہر جاتے تھے ان کی تعداد بڑھتی گئی اور ان مسلمانوں نے قریش کے قافلے لوٹنے شروع کر دیئے۔

اس پر قریش کے سرداروں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ اب وہ مکہ سے آئے ہوئے مسلمانوں کو مدینہ ہی میں روکے رکھیں گے اور مکہ واپس نہ کریں گے۔

جب اسلام تیزی سے پھیلنے لگا اور بہت سے قبائل اسلام میں داخل ہونے لگے تو قریش کو معلوم ہوا ان کے لیے شرائط نقصان دہ ہیں۔ انہوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی

کرتے ہوئے مسلمانوں کے دوست قبیلہ بنو خزاعہ پر چڑھائی کر دی۔ جس پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان کیا کہ اب معاہدہ ختم ہے۔

کچھ ہی دن گزرے تھے کہ میں نے دس ہزار مسلح مسلمانوں کو مکہ کی طرف کوچ کرتے دیکھا۔ مکہ والوں میں ہمت نہ تھی کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرتے۔ مسلمان بغیر کسی مزاحمت کے مکہ میں داخل ہو گئے اور مکہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ یہ ایک ایسا موقع تھا جب مسلمانوں کو اس دن کی شدت سے یاد آئی جب مسلمانوں نے رسول کے ہاتھ پر میرے نیچے یہ بیعت کی اور قسم کھائی تھی کہ یا غازی ہوں گے یا شہید۔ اب اللہ کی مدد آ پہنچی تھی اور فتح نے مسلمانوں کے قدم چوم لئے تھے۔ دین اسلام میں لوگ گروہ در گروہ داخل ہوتے چلے جا رہے تھے۔

میں نے جزیرہ عرب کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے مسلمانوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ کلمات جو آپ نے خانہ کعبہ کے باہر فتح مکہ کے بعد ادا فرماتے تھے۔ دوہراتے سنا اور وہ کلمات یہ تھے کہ:

ترجمہ: ''مسلمانوں پر خون بہانا، درخت کاٹنا اور ان کی ٹہنیوں اور پتوں کو نقصان پہنچانا حرام ہے۔''

اس بات نے میری خوشی کو اور بھی بڑھا دیا۔ جب میں نے یہ سنا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد قریش سے مخاطب ہو کر یہ کہا:

ترجمہ:

''تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تم سے کیسا سلوک کروں گا؟''

قریش نے جواب دیا۔ آپ ہم سے اچھا سلوک کریں گے۔ کیونکہ آپ خود بھی بلند اخلاق ہیں اور ہمارے بھائی (یعنی حضرت عبداللہ) کے بیٹے ہیں۔

میں اپنی جگہ پر موجود رہا۔ وقت گزرتا گیا۔ میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں یکے بعد دیگرے مسلمانوں کی فتوحات کی خبریں سنتا رہا۔ وقت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشگوئی کہ اسلام یمن، شام اور فارس (ایران) میں داخل ہوگا۔ اور سراقہ بن مالک حاکم فارس کسری کے کنگن پہنے گا، سچ کر دکھائی۔

ہوا یوں کہ فارس کے دار الخلافہ مدائن

کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ نے سراقہ بن مالک کو بلایا اور اسے کسریٰ کے کنگن پہنائے۔ یہ ساری باتیں میں اُن لوگوں سے سنتا رہا جو یہاں سے گزرتے تھے۔

میرے نیچے نبی ﷺ نے مسلمانوں سے وہ عظیم بیعت لی تھی جسے پیارے بچو آپ نے تاریخ کی کتابوں میں "بیعت رضوان" کے عنوان سے پڑھا ہوگا۔

جب میری زیارت کرنے والوں کی تعداد بڑھتی گئی تو حضرت عمرؓ کو یہ بات ناگوار گزری کیونکہ دین اسلام اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت کی اجازت نہیں دیتا چونکہ یہ خدشہ ہوگیا کہ لوگ کہیں میری پوجا نہ کرنے لگیں۔ اس لئے حضرت عمرؓ کے حکم پر مجھے جڑ سے کاٹ دیا گیا۔

لیکن میرے لئے ہی بڑے فخر کی بات ہے کہ میں تاریخ میں اس "بابرکت درخت" کے نام سے یاد کیا جاتا ہوں جس کے نیچے نبی ﷺ نے مسلمانوں سے عظیم بیعت لی تھی۔

☆......☆......☆

نگہبانی

ایک بوڑھی عورت سلطان سلیمان القانونی کے پاس آئی اور اس سے شکایت کی کہ بادشاہ کی فوج نے اس کی بکری چرالی جب وہ سو رہی تھی۔

سلطان نے اس سے کہا کہ تیرے لئے ضروری تھا کہ تو جاگ کر اپنے ریوڑ کی رکھوالی کرتی۔ تو بڑھیا نے جواب دیا:

"اے ہمارے آقا! میں نے سوچا کہ آپ ہماری رکھوالی کے لئے بیدار ہونگے اس لئے میں بے فکر ہو کر سو رہی۔" (بحوالہ: دس خزانے)

(از زینب بنت اسلام بہاولپور)

نیند ایک نعمت

محمد نعیم

نیند اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، عربی میں نیند کو ''نوم'' جبکہ انگلش میں Sleeping کہا جاتا ہے۔

یہ ایک کیفیت ہوتی ہے جو بندے پر طاری ہوتی ہے اور اس وقت انسان کے اعصاب کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں اور وہ بے اختیار نیند کی وادیوں میں کھو جاتا ہے۔

نیند سے انسان کی دن بھر کی تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے، تھکا ماندہ انسان جب ایک مرتبہ مکمل نیند لے لیتا ہے تو اس کو ایسے محسوس ہوتا ہے گویا اس نے کوئی کام کیا ہی نہیں، وہ تھکا ہی نہیں اور جو تھکاوٹ نیند سے دور ہوتی ہے اگر اس تھکاوٹ کو نیند کے علاوہ کسی بھی چیز سے دور کرنے کی کوشش کی جائے تو کبھی بھی دور نہیں ہو گی۔ نیند کو موت کی بہن کہا جاتا ہے، جس طرح مرنے والا انسان بے حس و حرکت پڑا ہوتا ہے، اس کی روح اس کے جسم سے نکل چکی ہوتی ہے، اس کو دنیا کے حال کی کوئی خبر نہیں ہوتی ایسے ہی نیند والا شخص بھی بے حس و حرکت پڑا ہوتا ہے، اس شخص کی روح بھی اس کے جسم سے نکل چکی ہوتی ہے، اس کو بھی دنیا کے حالات کی خبر جاگنے تک نہیں ہوتی، بس موت میں دل کی دھڑکن بند ہو جاتی ہے اور نیند والے کا دل دھڑک رہا ہوتا ہے، اب اللہ تعالیٰ کے ہاں اگر سونے والے کی زندگی مقدر ہو تو اس کی روح واپس اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے اور اگر اس کی موت کا وقت آ جائے تو اس کی روح کو واپس نہیں لوٹایا جاتا اور یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو

سوتے میں موت آجاتی ہے، ٹھیک ٹھاک سوتے ہیں مگر پھر بیدار نہیں ہوتے، سوتے ہی رہ جاتے ہیں، اس کا ذکر قرآن پاک میں ہے، اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ رات کو سوتے وقت کلمہ طیبہ پڑھ کر سونا چاہیے کہ خدانخواستہ اگر موت آبھی جائے تو ایمان پر موت یقینی ہوگی۔

نیند ہر ایک کو پسند ہوتی ہے، عام ہے کہ وہ جس عمر کا بھی ہو، چھوٹا ہو یا بڑا، بچہ ہو، جوان ہو یا بوڑھا، ہر ایک بہترین نیند کا خواہش مند ہوتا ہے، لیکن عجیب بات ہے کہ نیند پر کسی کا اختیار نہیں چل سکتا۔

ہاں بعض ایسی شخصیات ہوتی ہیں جن کو نیند پر اللہ تعالیٰ کے فضل کرم سے کنٹرول حاصل ہو جاتا ہے، جب وہ سونا چاہتے ہیں ان کو فوراً نیند آجاتی ہے اور جب وہ جاگنا چاہئیں تو بھلے دو، دو دن مسلسل جاگتے رہیں نیند پاس سے بھی نہیں گزرتی۔

گویا جو کام بھی وہ کرتے ہیں مکمل بیداری اور تیقظ کی حالت میں کرتے ہیں، سوتے جاگتے ذہن کے ساتھ نہیں، جیسے صحابہ کرام کی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ صفت بیان فرمائی کہ ”وہ رات کو تھوڑا سوتے ہیں“ اسی طرح ایک اور جگہ پر فرمایا جس کا مفہوم ہے:

”ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں“

وہ رات کو جاگ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور کرتے بھی بیداری کے عالم میں ہیں، اسی طرح کی کئی مثالیں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین اور تبع تابعین اکابرین امت میں کافی ساری ملتی ہیں۔

کبھی انسان سونے کی بھرپور کوشش ہی نہیں بلکہ لاکھ کوششیں کرتا ہے، مگر ساری رات کروٹیں بدلتے گزر جاتی ہے نیند آکے نہیں دیتی اور اگر بے خوابی کی بیماری لگ جائے تو اللہ کی پناہ پھر تو نیند کی گولیاں کھانے کے باوجود بھی نیند نہیں آتی اور یہ بیماری عموماً بڑھاپے میں یا زیادہ دماغی کام یا زیادہ سوچ کی وجہ سے ہوتی ہے کہ دماغ خشک ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی حد درجہ کوشش کی جاتی ہے کہ نیند نہ آئے مگر نیند کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ انسان اس کے سامنے بے بس ہو جاتا ہے، لاکھ جتن کیے جائیں نیند نہیں جاتی یہاں تک کہ

سونا ہی پڑتا ہے۔ بہر حال نیند کا حد سے زیادہ آنا یا پھر بالکل نہ آنا دونوں چیزیں خطرناک حد تک نقصان دہ ہیں۔

نیند کا زیادہ آنا بسا اوقات کسی بڑے نقصان کا سبب بھی بن سکتا ہے، اسی وجہ سے محققین کا نظریہ ہے کہ جب نیند کا زیادہ غلبہ ہو جائے تو پھر فوراً سو جانا چاہیے، کیونکہ اگر نہیں سویا جائے گا تو جس کام میں مصروف ہے وہ بھی ٹھیک طرح سے نہیں ہوگا اور اس میں نقصان کا اندیشہ بھی ہے اور ایسے ہی صحت پر بھی بُرا اثر پڑے گا، مثلاً کوئی بھی مشین چلاتے ہوئے نیند کا آنا نہایت ہی خطرناک ہے، اس سے جان جانے کا بھی خدشہ ہوتا ہے، ایسی صورت میں کام روک کر یا کسی اور کے ذمہ لگا کر کچھ سو لینا چاہیے، ورنہ مشین کے چلنے کے دوران نیند آ گئی تو اس پر گرنے سے کچھ بھی ہو سکتا ہے، خصوصاً ہیوی مشین ہو تو پھر تو جان کا چلا جانا یقین کی حد تک ہوتا ہے، ایسے ہی ڈرائیونگ کے دوران نیند کا آنا جان لیوا ثابت ہو سکتا ہے، بلکہ اس میں اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی جانوں کو بھی خطرہ ہوتا ہے۔

بطور مثال کچھ لوگوں کے چند ایک ایسے واقعات ذکر کیے جاتے ہیں، جن کی حد سے زیادہ نیند کی وجہ سے دوسروں کو کتنی تکلیف پہنچی یا پہنچتی تھی۔

☆ ایک آدمی کو نیند بہت زیادہ آتی تھی، وہ اکثر سوتا ہی رہتا تھا، اس کے گھر والے اس کی نیند سے بہت تنگ تھے، ایک دن وہ نیند کے ہاتھوں مجبور ہو کر مکان کے تہہ خانے میں جا کر سو گیا اور کسی کو بھی نہ بتایا، کھانے کے وقت ان کی تلاش کی گئی تو کہیں بھی پتہ نہ چلا خیر معمولی تلاش کے بعد گھر والے خاموش ہو گئے کہ کہیں گئے ہوئے ہوں گے آ جائیں گے لیکن وہ تو نہ آئے، یہاں تک کہ شام ہو گئی، شام کو کھانے کے وقت پھر ان کو تلاش کرایا گیا مگر پتہ نہ چل سکا، اگلا دن ہوا تو اب ان کی تلاش بڑے اہتمام سے کرائی گئی اور قرب و جوار میں کئی کئی میل تک لوگ بھیجے گئے اور مزید جہاں جہاں خیال پہنچا اس جگہ ڈھونڈا گیا، رشتہ داروں سے معلوم کیا گیا کہ شاید کسی رشتہ دار کو ہی نہ ملنے گئے ہوں، مگر وہ نہ ملے، پھر تو رونا پیٹنا شروع ہو گیا، خدا جانے کہ جنگل میں

چلے گئے اور وہاں کوئی جانور کھا گیا، یا کہیں پانی میں ڈوب گئے، غرض رو پیٹ کر سب خاموش ہو گئے تین دن کے بعد ان صاحب کی آنکھ کھلی اور تہ خانے سے بخیریت باہر نکل آئے باہر آنے پر پتہ چلا کہ یہاں تو سب رو پیٹ کر خاموش ہو چکے ہیں، ان سے پوچھا گیا کہ کہاں تھے تو بڑی معصومیت سے کہنے لگے:

"میں تو تہہ خانے میں سویا ہوا تھا، کیوں پریشان ہوئے؟"

بس پھر نہ پوچھیے! ہر ایک نے ان کے خوب لتے لیے، ہر ایک نے ان کو ایسی آنکھیں دکھائیں کہ انہوں نے آئندہ زیادہ نہ سونے کا حتی الوسع کوشش کا ارادہ کر لیا۔

☆اسی طرح ایک رئیس زادے تھے، وہ ایک دن اپنے گھر کے ایک کمرے کی دیوار کے قریب چارپائی ڈال کر سو گئے، اتفاق سے وہیں پرنالہ بھی تھا، اچانک رات کو بارش شروع ہو گئی اور پرنالہ کا پانی سیدھا اُن پر آرہا، رات بھر ان کے سینے پر وہ پانی گرتا رہا مگر وہ رئیس زادے بھی ایسے تھے کہ ان کو پتہ تک نہ چلا، صبح جب آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ رات بھر پرنالہ کا پانی اُن پر گرتا رہا اور وہ پانی اور گارے سے اٹے ہوئے تھے، باقی افراد کے ساتھ ساتھ وہ بھی اپنے آپ پر ہنسنے لگے۔

☆ایسے ہی ایک اور نوجوان تھا وہ بھی بہت گہری نیند سوتا تھا، حتیٰ کہ جتنا شور مچایا جاتا وہ ٹس سے مس نہ ہوتا تھا، جب تک کہ اس کے کان کے پاس بندوق کا فائر نہ کیا جاتا، ان کی آنکھ نہ کھلتی تھی، اس صورت حال کی وجہ سے ریاست کے والی نے روزانہ ان کو جگانے کے لئے ایک فائر کرنے کی اجازت دے رکھی تھی البتہ مؤمن کی علامات میں سے ہے کہ وہ کم کھاتا ہے کم پیتا ہے اور کم ہی سوتا ہے، اس لئے ہم سب مسلمانوں کو چاہیے کہ بقدر ضرورت سویا کریں، اتنا نہ سوئیں کہ سو سو کر تھکاوٹ ہو جائے اور سستی غالب آجائے جو کہ ہر کام میں خرابی پیدا کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

☆......☆......☆

وہ کون تھے؟؟

مجاہد بن محمد ارحابی

جیسے ہی وہ نصرانی مکہ میں آیا، چاروں طرف اس کا تذکرہ ہونے لگا۔ اس کا چہرہ چمک دار تھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سی روشنی تھی۔ لوگ اسے سورج کہہ کر بلانے لگے۔ عتبہ بن ربیعہ نے جب اس کے متعلق سنا تو بولا:

"اس سے زیادہ روشن چہرہ تو میرے بھانجے کا ہے۔"

کسی نے پوچھا:

"عتبہ! کس کی بات کر رہے ہو؟"

عتبہ نے جواب دیا:

"صفیہ کے بیٹے کی۔"

پھر جب عتبہ نے اپنے بھانجے کو اس نصرانی کے سامنے پیش کیا تو نصرانی کے چہرے کی چمک ماند پڑتی نظر آئی اور وہ نوجوان زیادہ خوب صورت و چمک دار نظر آنے لگا۔ یہ دیکھ کر سب لوگ اس نوجوان کو سورج کے چہرے والا کہہ کر پکارنے لگے۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا تو عتبہ کی بہن صفیہ اپنے بیٹے سمیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہ ایمان لے آئیں۔ روشن چہرے والا وہ نوجوان ایمان قبول کر کے دل کا بھی روشن ہو گیا۔ اس دور میں اہل مکہ ایمان قبول کرنے والوں پہ مظالم کے پہاڑ توڑ رہے تھے۔ جب اہل ایمان پہ مظالم بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم کی اجازت

دے دی۔تب انھوں نے اپنی والدہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔کچھ سال حبشہ میں گزار کر پھر مکہ لوٹ آئے اور جب مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا آغاز ہوا تو انھوں نے مدینہ منورہ ہجرت کی۔گویا انھوں نے دو ہجرتیں کرنے کا شرف حاصل کیا۔

مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نوجوان کی حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ کے ساتھ مواخات کی،حنظلہ اور یہ نوجوان بھائی چارے کے اتنے پکے نکلے کہ دونوں نے غزوہ احد میں شہادت پائی۔

یہ خوب صورت چہرے والا نوجوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جانثار صحابی تھا۔غزوہ بدر میں خوب شجاعت سے لڑے۔غزوہ احد میں انھوں نے اپنے جسم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھال بنا لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے زخموں سے چور چور ہو کر گر پڑے۔

انھیں مدینہ منورہ لایا گیا۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کی تیمارداری کی۔چند دنوں کے بعد انھوں نے شہادت پائی۔اس وقت ان کی عمر چونتیس برس تھی۔ان کے اہل خانہ میں ان کی بیوی، ایک بیٹی اور ایک بیٹا موجود تھا۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ انھیں شہدائے احد کے پاس لے جایا جائے اور اسی خون رنگ لباس میں دفن کر دیا جائے۔

چناں چہ ایسا ہی کیا گیا اور اب یوم قیامت وہ خوب صورت نوجوان اپنے زخموں کے ساتھ اپنی تربت سے اٹھے گا۔ سورج جیسے چہرے والے اس نوجوان کا حسن اس دن غضب کا ہوگا۔سرخ لہو جس سے کستوری کی خوشبو آ رہی ہوگی، اس لہو سے رنگین لباس اور جہادی اسلحے کے ہمراہ وہ بہت ہی حسین لگ رہا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کا ساتھ نصیب فرمائے آمین ثم آمین۔

نوٹ: ان صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بتائیں۔

☆......☆......☆

شمارہ ربیع الاول کا درست جواب:
حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ

دانش کدہ

جہاں امام العقلاء، شاہ نُبلاء بوجھ بجھکڑ آپ کی مشکلات کے جواب دیتے ہیں

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: وہ کون سی چیز ہے کہ اگر کوئی انسان کہتا ہے تو نمازِ جنازہ نہیں ہوتا۔ اور اگر نہیں کہتا تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: ایسی کوئی چیز تو نہیں ہو گی یقیناً کوئی بات ہو گی۔

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

اگر آپ اپنے شوق کو کیریئر میں بدل سکتے ہیں تو آپ کیا کریں گے؟

جواب: شوق اور کیریئر کو اکٹھا کیسے کیا جا سکتا ہے؟ شوق دل میں ہوتا ہے جبکہ کیریئر سائیکل کے پیچھے

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: کھانے کا سب سے عجیب امتزاج کیا ہے جو آپ نے کبھی آزمایا ہے جو حقیقت میں اچھا لگا؟

جواب: پاپڑ کو سوپ پینے کے لئے بطور چمچ استعمال کرنا۔

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: آپ کی کون سی صلاحیت سب سے زیادہ بے معنی ہے؟

جواب: فارغ بیٹھے رہنے کی صلاحیت

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: ہم نے اپنا دماغ تیز کرنا ہے تو کوئی اسپیشل معجون ہی بتا دیں۔

جواب: معجون ریڈ چلی ساس

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: کیا یہ سچ ہے کہ سمندر کے بیچ میں نقطہ ہے؟

جواب: سمندر کے بیچ میں ریت ہوتی ہے نقطہ درمیان میں ہوتا ہے۔

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: سنا ہے کہ نام کے اثر کام پر بھی ہوتا ہے تو کیا آپ کے نام کا اثر بھی آپ کے ہر کام پر ہوتا ہے؟

جواب: میرے کام کا میرے نام پر کافی اثر ہے۔

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: الیکشن سے دو ماہ پہلے امید واروں کا اخلاق کہاں سے آجاتا ہے؟

جواب:

جہاں جاتا ہے وہیں سے آتا ہے۔

☆......☆......☆

جناب بوجھ بجھکڑ صاحب!

سوال: پوچھنا یہ تھا کہ جو گھر کے رہتے ہیں نہ گھاٹ کے پھر وہ کہاں رہتے ہیں؟

جواب:

جی اجازت ہے ان سے پوچھ لیں۔

☆......☆......☆

وہ کون تھے؟؟؟

شمارہ ماہِ ربیع الاول کے انعام یافتہ

محمد عمر

درست جواب ارسال کرنے والے دیگر قارئین

محمد احمد میر۔ کفایت اللہ۔ محمد عابد۔ محمد خلیل اللہ۔ عمار حسین۔

ابن عبد الہادی۔ حبیبہ کلثوم۔ نسیم احمد۔ محمد خالد۔ دانیال حسن۔

محمد عمر چغتائی۔ ہمشیرہ محمد فاروق۔ محمد عمر۔ عبد المجید شاکر۔ بنت نور الٰہی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پیارے ابوامامہ بھائی

خدا سے دعا گو ہیں کہ ''مسلمان بچے'' کی تمام ٹیم خیریت سے ہو اور اپنے کام میں زور و شور سے جاری ہو اور مستقبل میں جاری رہے۔ آمین

''مسلمان بچے'' میں ہمارا یہ تیسرا خط ہے۔ لیکن پہلی دو دفعہ تو سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ کہتے ہیں ناں کہ امید پہ دنیا قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے تیسری دفعہ پھر اس امید پر نہایت محبت و عقیدت کے ساتھ خط لکھنے کی جسارت کی ہے۔ اگر آپ کو ہم سے کوئی شکایت نہ ہو تو برائے مہربانی ہمارا خط شائع کریں اور خوش نصیبوں میں شامل ہونے دیں۔

آپ یہ رسالہ شائع کر کے بہت بڑی خدمت سرانجام دے رہے ہیں اور آپ کے اس نیک کام کا اجر صرف اور صرف اللہ کے پاس ہے اور وہ آپ کو اس کا اجر ضرور دے گا۔ اجر دینا ہمارے یا کسی اور کے بس کا کام نہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ اس ملک کے تمام بچوں کو حقیقی معنوں میں مسلمان بچے بنائے اور ہمارے ملک کو درپیش مسائل کو اسلام کے اصولوں پر عمل پیرا ہو کر حل کرنے کی کوشش کریں۔ اور حضور اکرمؐ، صحابہ کرامؓ اور علماء و صوفیاء کرام کے نقش قدم پر چلا کر ہم سے اس دین کا کام لے تاکہ اس دنیا میں عزت و کامرانی کے ساتھ ساتھ آخرت میں نجات حاصل کر سکیں۔ (آمین)

والسلام

حذیفہ شفیق۔ فیصل آباد

☆......☆......☆

محترم جناب بھائی ابوامامہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلام ودعا کے بعد اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ آپ سمیت مسلمان بچے کی پوری ٹیم خیریت سے ہوگی۔مدیر بھائی جان یکم تاریخ آتے ہی صبح سے دل میں بے چینی شروع ہو جاتی ہے اور بڑی شدت سے مسلمان بچے کا انتظار کرتے ہیں۔بھائی جان اس مرتبہ بھی ایسے ہی ہوا کہ جب ربیع الثانی کی یکم تاریخ ہوئی تو مسلمان بچے کا انتظار شروع ہوگیا۔اس مرتبہ یکم ربیع الثانی بروز جمعرات کو ہمارے جامعہ میں محفل حسن قرأت ہو رہی تھی اسی دوران مغرب کے بعد کتابوں کے سٹال پر دیکھا تو مسلمان بچے اور بنات عائشہ جگمگا رہے تھے۔پہلی ہی تاریخ کو اپنے محبوب رسالے کو اپنے سامنے دیکھ کر اتنی خوشی ہوئی کہ بیان نہیں کرسکتا اور فوراً ہی رسالے کو خرید لیا باقی سرورق پر مسجد کی تصویر دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔سب سلسلے اپنے اندر الگ الگ کشش رکھتے تھے کہانیوں میں ''نماز پڑھو'' بہت ہی مزے دار تھی۔محمد عادل خٹک کی کہانی ''کاش'' بھی بہترین تھی۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو اور ہم سب کو جو شہادت کی تمنا رکھتا ہو، شہادت نصیب فرمائے۔آمین

والسلام آپ کا چھوٹا بھائی

علی مظفر۔خیرپور ٹامیوالی

☆......☆......☆

محترم جناب ابوامامہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ میں خیریت سے ہوں اور اپنے اللہ سے قوی امید کرتا ہوں کہ آپ بھی خیریت سے ہوں گے۔

الحمد للہ میں ابتداء ہی سے مسلمان بچے کا قاری ہوں۔اور اس کے پڑھنے سے الحمد للہ بہت فائدہ بھی ہوتا ہے۔واقعتاً یہ رسالہ ہمارے جذبات کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔خاص طور پر بھائی ابوامامہ صاحب کی تحریریں بہت پرجوش اور جذبہ جہاد سے بھرپور اور فکر انگیز ہوتی ہیں۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ رسالہ آپ حضرات کی محنت سے بذات خود ایک مربی اور استاد کی حیثیت رکھتا ہے۔اور اس میں ہمیں اپنے افکار اور اپنے جذبات کو بیان کرنے کا موقع ملتا ہے۔

ایک درخواست کرنی تھی کہ جس طرح

پچھلے سالوں میں بھائی جان ابوامامہ صاحب کی ''چیلنج'' کے نام سے تحریر آئی تھی اس طرح کی کوئی اور کہانی شروع فرمائیں۔جس کی بنیاد خاص طور پر اس بات پر ہو کہ مسلمان بچوں میں جذبہ جہاد پیدا ہو۔اور آج کا جذبہ کل کو ان کا عمل بن جائے اور پھر وہ اس جذبہ کی بدولت میدانِ عمل میں اتر کر عمل جہاد میں حصہ لیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس رسالہ کو نظر بد سے بچائے رکھے۔اور میرے جیسے اور مسلمان بچوں میں جذبہ جہاد بیدار کرنے کا ذریعہ بنے۔آمین

بندہ آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے بلند اقبال کیلئے ہمیشہ دعا گو رہے گا۔

والسلام

محمد فیصل۔راولپنڈی

☆......☆......☆

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں رسالہ مسلمان بچے اور بنات عائشہؓ کی دیوانی ہوں۔مجھے رسالے کی آمد کا بے صبری سے انتظار رہتا ہے۔اور جب رسالہ آجاتا ہے تو میں مسلمان بچے کا رسالہ ایک ہی دن میں پڑھتی ہوں اور بنات عائشہؓ کا دو یا تین دن میں۔

مجھے اس رسالے نے دوسرے فضول کہانیوں اور ڈائجسٹ سے بچالیا۔

میں اس رسالے میں سب سے پہلے ''امیر المجاہدین'' کی تحریر پڑھتی ہوں۔

مجھے مولانا محمد مسعود ازہر حفظہ اللہ تعالیٰ سے بہت عقیدت ہے اور ان کے لئے دل کی گہرائیوں سے دعا کرتی ہوں۔اور سب مجاہد بھائیوں کیلئے دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہر میدان میں کامیابی دے۔آمین

میں نے کئی بار خط لکھنے کا ارادہ کیا لیکن ڈرتی تھی کہ میرا خط شائع ہونے کے قابل ہوگا یا نہیں کیونکہ پہلی بار آپ کو خط لکھ رہی ہوں لیکن اب آپ کے رسالے نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کیا اس لئے مہربانی کر کے میرا خط ضرور شائع کیجئے۔

والسلام

ایمن بخاری۔کوٹ ادو

☆......☆......☆

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

محترم ایڈیٹر صاحب! الحمدللہ، میں پچھلے دو سال سے مسلمان بچے رسالہ پڑھ رہا ہوں اور ہر مہینے کچھ نہ کچھ نیا سیکھتا ہوں۔

مجھے آج دل سے آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو دعائیں دینی تھیں۔آپ لوگ جو محنت کرتے ہیں، بچوں کے دلوں میں دین کی محبت جگاتے ہیں، وہ واقعی قابل تعریف ہے۔اس مہینے کی کہانی شہادت گاہ الفت بہت ہی اچھا لکھا ہے حافظ محمد ادریس صاحب نے بہت ہی کمال لکھا ہے انکی محنت نظر آرہی ہے اور اسی طرح کے بہت سے لکھاری ہیں جو اپنا قیمتی وقت دے کر اس رسالے میں کچھ نہ کچھ لکھتے ہیں۔

میری دادی اماں بھی یہ رسالہ پڑھتی ہیں اور انہوں نے کہا کہ یہ رسالہ بچوں کا دل سنوارتا ہے اور بڑوں کو سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔

میری دُعا ہے کہ یہ رسالہ پوری دنیا میں پھیلے، اور ہر بچہ، ہر بچی، ہر ماں، ہر باپ اس سے فائدہ اٹھائے۔

اللہ اس ادارے کے ہر فرد کو جزائے خیر دے، ان کے علم و عمل میں اضافہ فرمائے اور انہیں دین کی خدمت کا بہترین بدلہ عطا کرے۔(آمین یارب العالمین۔)

والسلام

محمد خلیل اللہ، جامعہ اظہر العلوم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

میرا دل چاہا کہ میں مسلمان بچے کے ان گمنام ہیروز کو خط لکھوں جو مہینے مہینے بھر محنت کر کے یہ خوبصورت رسالہ تیار کرتے ہیں۔یہ صرف رسالہ نہیں بلکہ ایک تربیتی ادارہ ہے، ایک مدرسہ ہے جو گھروں میں داخل ہو کر بچوں کے دلوں کو بدل رہا ہے۔مجھے اس بات کی بے حد خوشی ہے کہ ایسے وقت میں جب بچے موبائل اور فضول مشغلوں میں پھنسے ہوئے ہیں، آپ نے دین سے محبت پیدا کرنے والا ذریعہ مہیا کیا۔اس شمارے میں کہانی تعویز اور تباہی بہت ہی کمال لکھا ہے محنت سے لکھا ہوا ہے یہ پہلے بھی لکھ چکی ہیں انکا قلم بہت اچھا چلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دل سے دعا کرتی ہوں کہ: اس رسالے کو ہر بچے کا پسندیدہ بنائے اس کے ذریعے لاکھوں دلوں میں دین کی شمع روشن ہو لکھنے والوں کے قلم کو سچائی اور اخلاص سے بھر دے ادارے کو ایسی کامیابی دے جو دنیا و آخرت میں فائدہ دے۔ آمین۔

وردہ صدیقی۔کراچی

☆......☆......☆

آپ کی پسند

آپ ﷺ کی شان میں اشعار

نبی اکرم شفیع اعظم
دکھے دلوں کا پیام لے لو
تمام دنیا کے ہم ستائے
کھڑے ہوئے ہیں پیام لے لو
شکستہ کشتی ہے تیز دھارا
نظر سے روپوش ہے کنارا
نہیں کوئی نا خدا ہمارا
خبر تو عالی مقام لے لو
نبی اکرم شفیع اعظم
دکھے دلوں کا پیام لے لو

(اخت محمد احسان الحق شہیدؒ، خوشاب)

☆......☆......☆

جو لوگ محمد ﷺ کے وفادار نہیں ہیں

جو لوگ محمد ﷺ کے وفادار نہیں ہیں
اللہ کی رحمت کے حق دار نہیں ہیں
حاصل ہے جنہیں محمد ﷺ کا خزانہ
کونین کی دولت کے طلب گار نہیں ہیں
جن کو ہے محمد ﷺ کی سنت سے بغاوت
وہ ان کی غلامی کے سزاوار نہیں ہیں
جو دین ہمیں دے گئے سلطان مدینہ
ہم ان کو بدلنے کے لئے تیار نہیں ہیں
پیمان وفا ان سے نبھائیں گے ہمیشہ
مجرم ہیں خطاء کار ہیں غدار نہیں ہیں
سمجھیں ہیں نہ سمجھیں گے کبھی دین وہ عثمان
اصحاب محمد ﷺ کے جو وفادار نہیں ہیں

(اخت ریاض احمد بھٹہ، مدھانیاں والا)

☆......☆......☆

”دعا“

آنکھیں جو عطا کی ہیں، کعبہ بھی دکھا دے
یارب میری آنکھوں کی، تو پیاس بجھا دے
تو قادرِ مطلق ہے مجھے وہاں پہنچا دے

مدت سے جو دیدار کی حسرت ہے مٹا دے
آنکھیں جو عطا کی ہیں، کعبہ بھی دکھا دے

صدیقؓ و عمرؓ جس میں مدفون ہیں خدایا
اس باغ کے پھولوں کا مجھے فوارا بنا دے
آنکھیں جو عطا کی ہیں، کعبہ بھی دکھا دے

جس خاک پہ پڑتے رہے آقا کے قدم پاک
اس خاک کو میری آنکھوں کا سرمہ بنا دے
آنکھیں جو عطا کی ہیں، کعبہ بھی دکھا دے

تمنا ہے وہ محشر میں یہی مجھ سے کہیں بات
اٹھ میرے محب مجھ کو کوئی نعت سنا دے
آنکھیں جو عطا کی ہیں، کعبہ بھی دکھا دے

ہماری دعائیں تیرے سوا کون سنے گا
اک عرض ہے جنت میں اپنا دیدار کرا دے
آنکھیں جو عطا کی ہیں، کعبہ بھی دکھا دے

(ساجدہ مظفر، فیصل آباد)

☆......☆......☆

شان سیدنا عمر فاروقؓ

پیارے نبی کے یار عمرؓ
اے عالی سرکار عمرؓ
خلد کا ہے حقدار وہی
جس کو ہے تجھ سے پیار عمرؓ
سارے صحابہؓ عادل تھے
سب کا ہے تو سردار عمرؓ
تاج نبوت کا ہے شک
تو یہ در شہسوار عمرؓ
کفر رہا جس سے مغلوب
تیری تھی تلوار عمرؓ
آج بھی سن کر تیرا نام
کانپتے ہیں سب کفار عمرؓ
کرتے ہیں بیت المقدس کے
یاد در و دیوار عمرؓ
شام اور ایران مصر وعراق
سب ہے تیرے آثار عمرؓ
کاش اس دور میں مل جائے
تجھ سا کوئی سالار عمرؓ

(انتخاب: زاہدہ ثناء صباء)

☆......☆......☆

شان سیدنا عثمان غنیؓ

علم وحیاء عثمانؓ کی شان
صبرو رضا عثمانؓ کی شان
جھولیاں بھر بھر کے مال دیا
جود وسخا عثمانؓ کی شان
سینہ تھا کینے سے پاک
صدق وصفاء عثمانؓ کی شان

بیعت رضواں دھیان میں لا
دیکھ زرا عثمانؓ کی شان
ذوالنورین کی نسب سے
سب سے جدا عثمان کی شان
(انتخاب: زاہدہ جویریہ)

☆......☆......☆

جہادی نظم

راہ حق پر قدم بقدم
نکلے رب کے بھروسے پر ہم
جس کی خاطر سبھی اپنی خوشیاں
جس کی خاطر سبھی اپنے غم
زندگی بھر یہی آرزو اک رہی
اپنا سینہ فقط گولیوں سے سجے
موت کو موت کی گھاٹیوں میں سدا
سر پر باندھے کفن ڈھونڈتے ہم رہے
لاکھوں طوفان ہم کو اٹھے روندھتے
اور نہ رک پائے اپنے قدم
قوت لشکر دشمناں دیکھ کر
اپنے رب پر یقین اور بڑھتا گیا
بدر اُحد وحنین سے گزرتا ہوا
کارواں سوئے جنت چلتا گیا
راہ میں کربلا جیسے میدان سجا
اور نہ جذبات ہو پائے کم
اس کی قسمت پر رشک آسمان بھی کرے
جس کو بس اپنے رب کی رضا چاہیے
پر شہادت کی لذت جسے مل گئی
اس کے بعد اس کو پھر اور کیا چاہیے
ہم وہی جام پیتے چلے تھے مگر
اجنبی بن گئے آج ہم
دیکھنا تم یہاں جی لگانا نہیں
چاہتے ہو اگر جنتوں کے مزے
بس ذرا سی سختیاں جھیل لو
پھر نہ تم پاؤ گے کوئی غم
(انتخاب: محمد ابوبکر، ڈیرہ اسماعیل خان)

☆......☆......☆

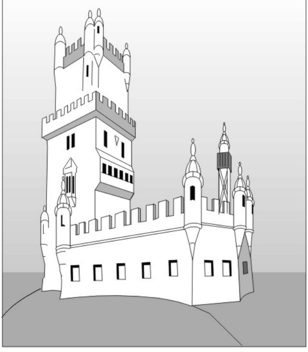

تحریروں کی دُنیا

دربارِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حاضری کا ایک عجیب واقعہ

عارف باللہ شیخ ابن الرغب یمنیؒ کی عادت تھی کہ ہمیشہ اپنے وطن سے سفر کرکے اول حج ادا کرتے اور پھر زیارتِ روضہٴ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ حاضری دربار کے وقت والہانہ اشعار قصیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صاحبین حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی شان میں لکھ کر روضہ اقدس کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حسب عادت وہ قصیدہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک رافضی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ آج میری دعوت قبول کیجیے۔ حضرت شیخ نے از روئے تواضع اور اتباعِ سنت دعوت قبول فرمائی۔ آپ کو اس کا حال معلوم نہ تھا کہ یہ رافضی ہے اور صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی مدح کرنے سے ناراض ہے۔

آپ حسب وعدہ اس کے مکان پر تشریف لے گئے، مکان میں داخل ہوتے ہی اس نے اپنے دو حبشی غلاموں کو اشارہ کیا جن کو پہلے سمجھا رکھا تھا وہ دونوں اس ولی اللہ کو لپٹ گئے اور آپ کی زبان مبارک کاٹ ڈالی، اس کے بعد اس کمبخت رافضی نے کہا کہ جاؤ یہ زبان ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس لے جاؤ جن کی تم مدح کیا کرتے ہو، وہ اس کو جوڑ دیں گے۔ شیخ موصوف کٹی ہوئی زبان ہاتھ میں لیے ہوئے روضہ اقدس کی طرف دوڑے اور روضہ مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا واقعہ ذکر کیا اور روئے۔

جب رات ہوئی تو خواب میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس واقعہ کی وجہ سے غمگین صورت میں تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شیخ موصوف کے ہاتھ میں سے یہ کٹی ہوئی زبان دست مبارک میں لی اور شیخ کو قریب کرکے زبان ان کے منہ میں اپنی جگہ پر رکھ دی۔

یہ خواب دیکھ کر شیخ بیدار ہوئے تو دیکھتے ہیں کہ زبان بالکل صحیح وسالم اپنی جگہ پر لگی ہوئی ہے، دربارِ نبوت کا یہ کھلا ہوا معجزہ دیکھ کر اپنے وطن واپس آگئے۔

سال آئندہ پھر حج کے بعد مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور حسبِ عادت قصیدہ مدحیہ روضہ اقدس کے سامنے پڑھ کر فارغ ہوئے تو پھر ایک شخص نے دعوت کے لیے درخواست کی۔ شیخ نے پھر توکلاً علی اللہ قبول فرمائی اور اس کے مکان میں داخل ہوئے تو وہی پہلے دیکھا ہوا مکان معلوم ہوا۔

خداوند تعالیٰ کے بھروسہ پر داخل ہوئے، اس شخص نے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ بٹھایا اور پُرتکلف کھانے کھلائے۔ کھانے کے بعد یہ شخص شیخ کو ایک کوٹھڑی میں لے گیا، وہاں دیکھا کہ ایک بندر بیٹھا ہوا ہے، اس شخص نے شیخ سے کہا کہ آپ جانتے ہیں یہ بندر کون ہے فرمایا نہیں۔ اس شخص نے عرض کیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے آپ کی زبان قطع کی تھی۔

حق تعالیٰ نے اس کو بندر کی صورت میں مسخ کردیا ہے۔ یہ میرا باپ ہے اور میں اس کا بیٹا ہوں۔

نویں صدی ہجری کے مشہور ومعروف علامہ عبدالعزیز مکی رحمہ اللہ اپنے رسالہ (فیض الجود علی حدیث شیبتنی ہود) میں عارف باللہ سیدی عبداللہ ابن سعد یافعی کی کتاب نشر المحاسن کے حوالے سے نقل کرتے ہیں اور حضرت یافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مجھے صحیح اسناد کے ساتھ پہنچا ہے اور اس زمانے میں بہت مشہور ہوا ہے۔ (عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واقعات)

(انتخاب: مون بنتِ عبدالحافظ)

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ادخلہ دار السلام

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ توریت کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کا نام حُصین تھا۔ اسلام لانے کے بعد رسول انور واقدس سرورِ

جہاں ﷺ نے عبداللہ بن سلام نام رکھا۔

حضرت عبداللہ بن سلام اپنے اسلام لانے کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں آپ ﷺ کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی آپ ﷺ کے دیکھنے کے لیے حاضر ہوا۔

آپ ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ چہرہ جھوٹے کا نہیں۔

پہلا کلام جو آپ ﷺ کی زبان سے سنا وہ یہ تھا۔ ''اے لوگو! آدمیوں کو کھانا کھلاؤ اور آپس میں سلام کو پھیلاؤ اور صلہ رحمی کرو اور رات میں نماز پڑھو جب کہ لوگ خدا سے غافل سو رہے ہوں تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو گے۔'' اس حدیث کو ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور دونوں نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔

دلائل بیہقی میں عبداللہ بن سلامؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا نام اور آپ کی صفت اور آپ ﷺ کا حلیہ پہلے ہی جانتے تھے مگر کسی سے ظاہر نہ کیا۔

جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے اور میں نے آپ کی خبر سنی تو میں اس وقت ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا وہیں سے خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

میری پھوپھی خالدہ بنتِ حارث نے کہا، اگر تو موسیٰ علیہ السلام کی خبر سنتا تو اس سے زیادہ خوش نہ ہوتا۔ میں نے کہا، ہاں خدا کی قسم! یہ بھی موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں، وہی دین دے کر بھیجے گئے ہیں، جو موسیٰ علیہ السلام دے کر بھیجے گئے تھے۔ میری پھوپھی نے کہا، اے میرے بھتیجے کیا یہ وہی نہیں ہے؟ جس کے ہم خبریں سنتے آئے ہیں کہ وہ قیامت کی سانس کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ میں نے کہا، ہاں یہ وہی نبی ہیں۔

میں گھر سے نکل کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مشرب با اسلام ہوا اور واپس آ کر تمام اہلِ خانہ کو اسلام کی دعوت دی، سب نے اسلام قبول کیا۔

قیامت کے سانس سے وہ فتنے اور حوادث مراد ہیں کہ جو قیامت سے پہلے ظہور پزیر ہوں گے اور ان کا ظہور قیامت کا دیباچہ اور پیشِ خیمہ ہوگا۔

''کما قال تعالیٰ نذیر لکم بین یدی عذاب شدید''

''وقال النبی ﷺ بعثت انا والساعة کھاتین''

آپؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! قبل اس کے کہ میری قوم کو میرے اسلام لانے کا علم ہو، آپ ﷺ مجھ کو کسی کوٹھڑی میں بھٹلا کر یہود سے میرا حال دریافت فرمائیں کیونکہ یہود بڑی بہتان باندھنے والی قوم ہے۔

چنانچہ جب جب یہود آپ ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے عبداللہ بن سلام کو ایک کوٹھڑی میں بھٹلا کر یہود سے فرمایا کہ اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو! قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم خوب جانتے ہو کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں اور حق لے کر آیا ہوں، پس اسلام لے آؤ!

یہود نے کہا کہ ہم نہیں جانتے، آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہی سوال فرمایا، ہر بار یہود کا یہی جواب ہوتا تھا۔ بعدازاں یہ فرمایا کہ عبداللہ بن سلام تم میں کیسا شخص ہے؟ یہود نے کہا کہ ہمارا سردار اور ہمارے سردار کا بیٹا اور ہمارا سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا اور ہم میں سب سے بہتر اور سب سے بہتر کا بیٹا۔

آپ ﷺ نے فرمایا، اگر عبداللہ بن سلامؓ مجھ پر ایمان لے آئے تو پھر میرے نبی ہونے کا یقین کرو گے؟ یہود نے کہا، عبداللہ بن سلام اسلام لا نہیں سکتے، آپ ﷺ نے فرمایا، بالفرض وہ اسلام لائے تو یہود نے کہا، ”لاحاشا وکلا“، وہ کبھی مسلمان نہیں ہو سکتے، آپ ﷺ نے فرمایا، اے ابن سلام باہر نکل آؤ۔ عبداللہ بن سلام باہر آئے اور کلمات زبان پر تھے۔

”اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ“

اور یہود سے مخاطب ہو کر کہنے لگے:

اے گروہ یہود! خدا سے ڈرو، قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تم خوب جانتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ ہے اور حق لے کر آئے ہیں، یہ سنتے ہی یہود نے کہا، تو جھوٹا ہے اور کذاب ہے اور سب میں بُرا اور بُرے کا بیٹا ہے۔“ (بخاری شریف)

اسی بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

”قل ارئیتم ان کان من عند اللہ وکفرتم بہ وشھد شاھد من بنی اسرائیل علی مثلہ فامن واستکبرتم ان اللہ لایھدی القوم الظالمین“

(سیرۃ المصطفیٰ ﷺ)

(انتخاب: اُخت محمد مدثر منان)

آرٹ گیلری

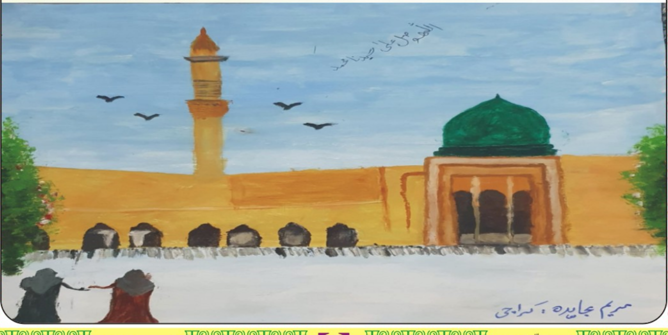

اسنیٰ جہادی
کراچی

تہمینہ آرٹ

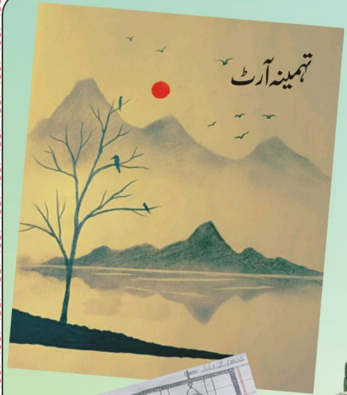

کاتب: مختار احمد گل

مبارک صدیقی

ستاون ممالک

اس لیے بھی لہو سے میں رنگین ہوں
کوئی یورپ نہیں میں فلسطین ہوں
مجھ پہ بارود کی کھل کے بارش کرو
میرے وارث نہیں ہیں میں غمگین ہوں
جو ستاون ممالک مسلمان ہیں
ان سے کہنا شب و روز انگار ہیں
منہدم چیختے پتھروں کے تلے
میرے بچوں کی لاشوں کے انبار ہیں
مجھ پہ میزائلوں کی وہ بوچھاڑ ہے
بھول جاؤ گے ہر عہد دار و رسن
تڑتڑاتی ہوئی گولیاں اس قدر
چار لاشوں کو ملتا ہے بس اک کفن
کل بھی شہرِ غزہ شہرِ زندان تھا
آج بھی ہم ہی مقتل میں مطلوب ہیں

وہ فلسطین ہو یا کہ کشمیر ہو
ایک مدت ہوئی دونوں مظلوم ہیں
گر بصیرت نہیں پر بصارت تو ہے
اپنی آنکھوں کو تم کھولتے کیوں نہیں
ہاتھ باندھے ہوئے ہیں زبانیں تو ہیں
تم مرے قتل پر بولتے کیوں نہیں
جو ستاون ممالک مسلمان ہیں
ان سے پوچھو کہاں عہد سارے گئے
کتنے بدبخت محصور و مجبور ہیں
ہم جو اپنوں کے ہوتے بھی مارے گئے
خوف کیسا ہمیں جنگ کا موت کا
جنگجو قوم ہیں اور جی دار ہیں
دکھ مجھے یہ نہیں ہے اکیلا ہوں میں
دکھ ہے دشمن کے ساتھی وفادار ہیں